معارف کا زر تعاون

ہندوستان میں سالانہ ۱۲۰ روپے　فی شمارہ ۱۲ روپے

پاکستان میں سالانہ ۳۰۰ روپے

دیگر ممالک میں سالانہ　ہوائی ڈاک پچیس پونڈ یا چالیس ڈالر

بحری ڈاک نو پونڈ یا چودہ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ: حافظ محمد یحییٰ، شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس ایم کالج اسٹریچن روڈ، کراچی۔

☆ سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY, AZAMGARH

☆ رسالہ ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے، اگر کسی مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک رسالہ نہ پہنچے تو اس کی اطلاع اسی ماہ کی آخری تاریخ تک دفتر معارف میں ضرور پہونچ جانی چاہئے، اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔

☆ خط و کتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافے پر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

☆ معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

☆ کمیشن ۲۵ فیصد ہوگا۔ رقم پیشگی آنی چاہئے۔

پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر۔ ضیاء الدین اصلاحی نے معارف پریس میں چھپوا کر دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ سے شائع کیا۔

جلد ۱۷۵　ماہ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ماہ اپریل ۲۰۰۵ء　عدد ۴

فہرست مضامین

مقالات

وفیات

ادبیات

ای میل: email : shibli academy @ rediffmail. com

☆☆☆

شذرات

دارالعلوم دیوبند مسلمانان ہند کا بیش بہا سرمایہ اور ان کی سب سے بڑی، قدیم اور موقر دینی درس گاہ ہے، مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لوگ اس کی عظمت کے معترف ہیں، اس سے ہندوستان ہی نہیں دنیا بھر کے مسلمان فیض یاب ہورہے ہیں اور اسے قابل احترام سمجھتے ہیں، دارالعلوم کے فضلا نے ملک کی آزادی کے لیے قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں اور اسے انگریزوں کے ظلم و جبر سے نجات دلانے کے لیے ناقابل فراموش قربانیاں دیں اس سے آج کل کے بے بہرہ اور خودغرض سیاست داں چاہے بے خبر ہوں لیکن تحریک آزادی کے زمانے کے تمام رہنماؤں کو اس کا بہ خوبی علم تھا اور وہ اس بین الاقوامی ادارے پر فخر کرتے تھے، اسے ملک کی عظمت اور سیکولرزم کا نشان سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ اگر اس پر کوئی آنچ آئی تو سارے ملک کی رسوائی اور بدنامی ہوگی لیکن اس سے بڑھ کر اندھیر کیا ہوگا کہ آج اسے دہشت کا اڈا کہا جارہا ہے اور اس پر وہ لوگ انگلی اٹھا رہے ہیں جو کل انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرتے تھے اور جن کے دامن پر گاندھی جی کے خون کے چھینٹوں کے دھبے ہیں۔

اتر پردیش مادھیمک شکشا سیوا چین بورڈ الہ آباد کے مقابلہ جاتی امتحان میں تاریخ کے سوال نامے میں ۲۰ نمبر پر یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا تعلق کس سے ہے؟ (۱) پارسی سماج سدھار سے (۲) پارسی سدھار اندولن سے (۳) کھادی اندولن سے (۴) آتنک وادی گتھی ودھیوں سے، اول الذکر تینوں سے کسی بھی مسلم ادارے کا تعلق نہیں ہوسکتا اس لیے لامحالہ چوتھے ہی جواب پر امیدوار نشان لگائے گا کیوں کہ اسی کا پروپیگنڈا زور و شور سے دنیا بھر کے دشمنان اسلام، قومی پریس اور فرقہ پرست اور جارحیت پسند ہندو جماعتیں کررہی ہیں، مسز مایاوتی کے دور حکومت میں اسی طرح کا سوال گورکھ پور یونی ورسٹی کے بی ایڈ کلاس میں کیا گیا تھا جس میں دیوبند کے ساتھ ندوۃ العلما لکھنؤ اور دارالمصنفین اعظم گڈھ کو بھی جوڑ دیا گیا تھا تو اس وقت کے اپوزیشن لیڈر محمد اعظم خاں نے اسمبلی میں سوال کیا تھا لیکن اب خود ان کے اور ملایم سنگھ یادو جیسے سوشلسٹ اور سیکولر لیڈر کے دور میں وہی سوال کر کے مسلمانوں کی دل آزاری اور ان کے سب سے بڑے ادارے کو مجروح کیا جارہا ہے، دراصل حکومت کوئی ہو اس کے ہر شعبے میں فرقہ پرست حاوی ہیں اور محکمہ تعلیم کا تو بی جے پی نے بھگوا کرن ہی کر ڈالا ہے، اس لیے سیکولر حکومتیں بھی بے بس ہیں، اس کا اصل علاج یہ ہے کہ مسلمان فرقہ و مسلک کے تنگ دائروں سے نکل کر اور مل جل کر ان شرارتوں کو ناکام بنائیں ورنہ ہندتوا کی آندھیاں اسلامی تاریخ و تہذیب کا ایک ایک

ورق اڑا لے جائیں گی۔

نسب نامۂ دولت کیقباد ورق بر ورق ہر سوئے برد باد

واقعہ یہ ہے کہ مسلمان آزادی وطن کے معرکے میں جب سے سرگرم عمل ہیں، اس وقت برادران وطن تک اس کا کوئی جھونکا نہیں پہنچا تھا لیکن آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد خاص طور سے سوچی سمجھی سازش کے تحت جنگ آزادی میں ان کے کارناموں پر پردہ ڈالنے کی منظم کوشش کی جارہی ہے، مسلمان پُرآشوب حالات اور خوف و دہشت کے ماحول میں گھرے رہنے کی وجہ سے کسی قابل نہیں رہ گئے تھے اور گو اب بھی وہ حالات ختم نہیں ہوئے ہیں تاہم اب وہ کشمکش اور کشاکش میں رہتے ہوئے بھی اپنے لیے راستے نکال رہے ہیں، چنانچہ ان کو آزادی وطن کی تحریک میں اپنی جد و جہد کی روداد قلم بند کرنے کا خیال بھی ہورہا ہے، اسی ضرورت کو محسوس کر کے اس موضوع پر ۱۸ و ۱۹ مارچ ۲۰۰۵ء کو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ادارۂ علوم اسلامیہ میں ایک سمینار منعقد ہوا جس میں مقالات کے سات اجلاس ہوئے اور ۵۵ مقالے پڑھے گئے، جن میں دارالعلوم دیوبند (وقف) جامعہ شاہ ولی اللہ پھلت، دارالعلوم تاج المساجد بھوپال، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، جامعہ ہمدرد دہلی، الہ آباد یونی ورسٹی، کشمیر یونی ورسٹی اور خود مسلم یونی ورسٹی کے مختلف شعبوں کے اہل علم اور دانش وروں نے مقالات پڑھے، دارالمصنفین سے راقم اور مولوی حافظ عمیر الصدیق نے شرکت کی، ایک سیشن صرف خواتین کے مقالوں کے لیے مختص تھا، اس کی صدارت پروفیسر عابدہ سمیع نے کی جن کی کتاب ”قومی محاذ آزادی اور یوپی کے مسلمان“ چار جلدوں میں چھپی ہے، مقالات میں تحریک آزادی کے سلسلے کی کئی اہم تحریکوں، اداروں اور ممتاز اشخاص کے کارنامے زیر بحث آئے۔

سمینار کا افتتاح جناب نسیم احمد وائس چانسلر مسلم یونی ورسٹی نے کیا اور موضوع کی اہمیت بتاتے ہوئے فرمایا کہ جب تنگ نظر اور فرقہ پرست اپنے ذاتی مفاد کے لیے ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو تہس نہس کررہے ہیں تو جنگ آزادی کی صحیح تاریخ اور ہندو، مسلم اور سکھوں کے حب الوطنی کے جذبے کو یاد رکھنا بہت ضروری ہے، سرسید کے تعلیمی کارناموں سے بھی آزادی کی تحریک کو قوت ملی، مولانا محمد سالم قاسمی نے آزادی میں علمائے دیوبند کے مخلصانہ کردار اور ریشمی رومال تحریک کا ذکر کیا، راقم نے عرض کیا کہ تعصب اور فرقہ واریت کی بنا پر آزادی میں مسلمانوں کے شان دار کارنامے پیچھے ڈال دیے گئے ہیں اور ان کے علمی و تعلیمی اداروں کو دہشت کا اڈا قرار دے کر انہیں اس پوزیشن میں کردیا گیا ہے کہ وہ اپنی صفائی ہی دیتے رہیں، شعبہ کے صدر پروفیسر عبدالعلی نے کہا کہ آزادی میں مسلمانوں کے رول اور قربانیوں کو تاریخ کی انگریزی اور ہندی کتابوں

سے نکال دیا گیا ہے، اس اجلاس کی کارروائی کو منظر عام پر لایا جائے گا، سمینار کے کنوینر ڈاکٹر ظفر الاسلام نے گاندھی جی کے ڈانڈی مارچ میں فتوے دینے والے علما کے نام کو تاریخ کی کتابوں سے غایب کردینے کا تذکرہ کیا، اس موقع پر شعبے کی پانچ کتابوں کے اجرا کی رسم بھی انجام پائی اور پروفیسر سید احسن کے شکریے پر جلسے کا اختتام ہوا، اختتامی اجلاس میں شرکا نے سمینار کی کامیابی پر ذمہ داروں کو مبارک باد اور بعض مفید مشورے دیے۔

ہم بنارس ہندو یونی ورسٹی کے شعبہ فارسی کو مبارک باد دیتے ہیں کہ اس نے ''شیخ علی حزیں اور ان کا عہد'' کے عنوان سے ۹ تا ۱۱ر مارچ کو ایک باوقار اور کامیاب سمینار کرایا، شیخ باکمال شاعر تھے، وہ بنارس میں آبسے تھے، یہ سمینار کرکے ہندو یونی ورسٹی کے شعبہ فارسی نے اہل بنارس کا دیرینہ حق ادا کیا ہے، اس کے افتتاحی جلسے میں شعبہ کی صدر پروفیسر شمیم اختر نے خطبہ استقبالیہ پڑھا اور ایران کے کلچرل کونسلر مرتضیٰ شفیع شکیب اور بعض دوسرے مندوبین نے بڑی پر از معلومات تقریریں کیں، قایم مقام وایس چانسلر اور آرٹ فیکلٹی کے ڈین پروفیسر ایس ایل جین نے بھی افتتاحی جلسے کو خطاب کیا، شیخ حزیں پر پروفیسر شمیم کی کتاب اور ڈاکٹر سلمان راغب کی کتاب ''فرہنگ کلام مومن'' کی رسم اجرا کی تقریب بھی ہوئی، ایران سے آئے ہوئے فضلا کے علاوہ پروفیسر ولی الحق انصاری لکھنؤ، پروفیسر شرف عالم وایس چانسلر مظہر الحق عربی فارسی یونی ورسٹی پٹنہ، ڈاکٹر سید اختر حسین، پروفیسر چندر شیکھر جواہر لال نہرو یونی ورسٹی دہلی، پروفیسر شریف حسین قاسمی، ڈاکٹر علیم اشرف، ڈاکٹر نرگس جہاں دہلی یونی ورسٹی، پروفیسر قمر غفار، ڈاکٹر عبدالحلیم جامعہ ملیہ دہلی، پروفیسر منصور عالم کلکتہ، پروفیسر عبدالقادر جعفری الہ آباد یونی ورسٹی، ڈاکٹر عابد رضا بیدار رام پور، پروفیسر احسن الظفر لکھنؤ یونی ورسٹی، مس کرامت (تاشقند) اور راقم نے شیخ علی حزیں کے حالات و کمالات کے مختلف پہلوؤں پر مقالے پڑھے، بنارس کے کئی حضرات نے مندوبین کی پرتکلف دعوتیں کیں اور ڈاکٹر امرت لال کے صاحب زادے نے عصرانے پر مدعو کیا اور اپنے والد کی کتاب ''سخنوران بنارس'' کا ہندی ترجمہ مندوبین کو دیا، پروفیسر شمیم اور ان کے رفقاے کار ڈاکٹر عمر کمال الدین اور ڈاکٹر حسن عباس نے شرکا کے آرام و راحت کا بڑا خیال رکھا۔

شبلی نیشنل پوسٹ گریجویٹ کالج، اعظم گڈھ نے جناب کیفی اعظمی پر ایک دو روزہ سمینار یکم و ۲ر مارچ کو منعقد کیا، جس کا افتتاح کیفی صاحب کی صاحب زادی مسز شبانہ اعظمی نے کیا، اس موقع پر مسز سبھاشنی علی، وبھوتی نراین راے اور تیستا سیتل واڈ وغیرہ کی بھی تقریریں ہوئیں اور بمبئی، دہلی، علی گڑھ، گورکھ پور، ٹانڈہ، شبلی کالج اور دارالمصنفین وغیرہ کے اہل قلم نے مقالے پڑھے، اس کامیاب سمینار کے لیے ہم شبلی کالج کے پرنسپل ڈاکٹر افتخار احمد اور سمینار کے کنوینر ڈاکٹر شباب الدین اور ڈاکٹر فخر الاسلام وغیرہ کو مبارک باد دیتے ہیں۔

☆☆☆

مقالات

موطا امام مالکؒ کی دو اہم شرحیں

از:- ضیاء الدین اصلاحی

۱- اوجز المسالک

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی پر کمالات ذات گرامی شریعت و طریقت اور علم و عرفان کی جامع ہے، سلوک و تصوف میں امتیاز و مشیخت کے ساتھ دینی علوم خصوصاً حدیث نبویؐ پر ان کی نظر بڑی گہری اور وسیع ہے، حدیث نبویؐ سے شغف اور اس کا ذوق انہیں اپنے اسلاف کرام سے ورثہ میں ملا ہے، خود ان کی عمر مبارک کے بیش تر لمحات اسی فن شریف کی خدمت اور درس و تدریس میں بسر ہوئے جس کا کوئی معاوضہ لینا گوارا نہیں فرمایا۔

اس جذبہ صادق اور ولولہ کامل کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کے لیے اس فن شریف کو اسی طرح سہل اور آسان فرمادیا تھا جس طرح حضرت داؤدؑ کے لیے لوہا نرم اور موم کردیا تھا، حدیث نبویؐ سے تاعمر انہماک اور درس و تدریس سے برابر اشتغال کی بنا پر ان کی نظر اس کے مشکلات و مہمات مباحث پر بڑی وسیع و عمیق تھی، درس و تدریس کے علاوہ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں ہمیشہ اس فن شریف کی خدمت انجام دیتے رہے اور اس میں کئی کتابیں یادگار چھوڑیں، اردو میں جو تبلیغی و دعوتی رسایل لکھے ان میں بھی اعمال و عبادات کے فضایل و ترغیبات سے متعلق احادیث کی شرح کی گئی ہے اور عربی میں حدیث کی کئی مشہور و متداول کتابوں کے شروح و تعلیقات تحریر فرمائے، جن میں صحاح کی کتابوں پر بھی ان کے حواشی و تعلیقات شامل ہیں، وہ بذل المجہود کی تالیف و تصنیف میں بھی جو سنن ابی داؤد کی مشہور شرح ہے، اپنے نام ور شیخ و

استاذ عالی مقام مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری کے شریک و معاون رہے ہیں، یہ سب شروح وتعلیقات حضرت شیخ الحدیث کے علمی وفنی تبحر، دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا ثبوت اور متقدمین کی شروح وتعلیقات کے ہم پایہ ہیں۔

شروح حدیث میں حضرت شیخ کا سب سے مہتم بالشان اور مایہ ناز کارنامہ اوجز المسالک ہے جو موطا امام مالکؒ کی ضخیم ومبسوط شرح اور حضرت شیخ کی تمام تصنیفات میں ممتاز اور نمایاں درجہ رکھتی ہے۔

اوجز المسالک متقدمین کے شروح وافادات کا خلاصہ والتقاط ہے، اس میں موطا کے جو شروح وحواشی پہلے لکھے گئے تھے ان سب کا عطر حضرت شیخ الحدیث نے کشید کردیا ہے تاہم یہ قدیم شروح وتعلیقات سے ماخوذ ومستفاد ہونے کے باوجود ان پر حسب ضرورت وموقع مفید اضافہ بھی ہے، فاضل شارح نے حدیث، سیر اور تاریخ کی کتابوں سے بڑے قیمتی اور گوناگوں معلومات اس طرح اکٹھا کردیے ہیں جن سے نفس مسئلہ اور اصل واقعات واحکام میں کوئی فرق نہیں آنے پایا ہے اور غیر متعلق وغیر ضروری بحثیں حذف ہوگئی ہیں۔

اوجز المسالک کا آغاز فاضل مصنف کے مبسوط، جامع اور محققانہ مقدمہ سے ہوا ہے، جو بجائے خود ایک مستقل کتاب ہے اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اسے علاحدہ سے شایع بھی کیا تھا، یہ حدیث اور اصول حدیث کے فنی مباحث اور قیمتی معلومات کا خزانہ ہے۔

مقدمہ سات ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں گوناگوں اور متعدد فوائد ونکات تحریر کیے گئے ہیں، پہلے باب میں علم حدیث کی تعریف، اس کی غرض وغایت، اس کی فضیلت واہمیت اور جمع وتدوین اور کتابت حدیث کی تاریخ بیان کی گئی ہے، دوسرے باب میں امام دار الہجرتؒ کے فضائل ومناقب اور موطا امام مالکؒ کا مبسوط تعارف اور اس کے مزایا وخصوصیات وغیرہ پر مختلف حیثیتوں سے تبصرہ کیا گیا ہے، تیسرے باب میں اس شرح کے ماخذ وخصوصیات اور شارح سے مصنف تک کے سلسلہ اسانید کا تذکرہ اور اس سلسلہ کے جملہ شیوخ اور خود شارح کا مختصر ترجمہ بھی درج ہے، چوتھے باب میں شارح کی فقہ ودرایت حدیث کے اسانید کے مرجع حضرت امام ابوحنیفہؒ کے فضائل وکمالات اور فن حدیث میں ان کے درجہ ومرتبہ کا تعین اور حنفی مذہب کے اصول ومبانی کا ذکر ہے، پانچواں باب مصطلحات حدیث کی توضیح وتشریح پر مشتمل ہے، چھٹے اور ساتویں باب میں

ان اصول وآداب کا ذکر ہے جن کو محدث اور طالب فن کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔

یہ مقدمہ کے مباحث کا نہایت سرسری اور مختصر جائزہ ہے جس کی قدر وقیمت، کنز مخفی اور مصنف کے علمی تبحر اور فاضلانہ ژرف نگاہی کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔

اصل شرح اوجز المسالک علم حدیث کا دائرۃ المعارف اور انسائیکلو پیڈیا ہے، اس کے متعدد اڈیشن نکل چکے ہیں، پہلی مرتبہ ۱۳۸۷ھ میں اسے مکتبہ یحیویہ سہارن پور سے چھ جلدوں میں لیتھو پر شایع کیا گیا تھا، پھر قاہرہ اور بیروت سے ۱۵ جلدوں میں شایع ہوا، سب سے آخر میں دار الکتب العلمیہ بیروت سے ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء میں شایع ہوا، ان سب اڈیشنوں میں غلطیاں درآئی تھیں اور آخری اڈیشن میں غلطیاں سب سے سوا تھیں، یہ صورت حال حضرت شیخ الحدیث کے عقیدت مندوں اور تلامذہ کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی۔

اسی بنا پر مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری اطال اللہ بقاءٗ کو جو حضرت شیخ الحدیث کے علمی جانشین، لائق مسترشد اور ممتاز ونمایاں شاگرد ہیں اوجز المسالک کا صحیح اور اغلاط سے خالی اڈیشن تیار کرنے کا خیال ہوا، وہ حضرت شیخ کی صحبت وتربیت میں رہ کر مدتوں ان سے استفادہ اور اپنی علمی تشنگی بجھاتے رہے ہیں، مولانا تقی الدین صاحب کی نظر بھی حضرت شیخ کے فیض اور توجہ سے حدیث اور اس کے متعلقات پر اچھی ہے، ان سے بھی ہزاروں طلبہ مستفیض ہوئے ہیں، کئی ہندستانی مدارس وجامعات کے علاوہ جامعہ العین میں بھی کتب حدیث کا درس دے چکے ہیں، انہوں نے محدثین عظام کے حالات وکمالات، فن حدیث واسماء الرجال میں عربی اور اردو میں متعدد مشہور ومقبول کتابیں لکھی ہیں جو اہل علم وفن کے نزدیک مستند ومعتبر ہیں۔

اس سے پہلے بھی وہ احادیث کی تحقیق ومراجعت اور تصحیح ومقابلہ کا کام کرتے رہے ہیں، خود حضرت شیخ الحدیث کے متعدد مولفات اور مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری کی سنن ابی داؤد کی مشہور شرح بذل المجہود کے مقابلہ ومراجعت کی خدمت بھی انجام دے چکے ہیں (۱)، اب

---

(۱) یہ عظیم الشان شرح اور اس پر حضرت شیخ کی تعلیقات کا جدید اڈیشن عن قریب منظر عام پر آنے والا ہے، اس کو مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مکمل تصحیح وتحشیہ اور تحقیق ومراجعت کے بعد بڑے اہتمام سے شایع کرنے والے ہیں، وہ کئی برسوں سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف ہیں۔

انہوں نے شیخ کی شرح موطا اوجز المسالک کو تصحیح و مقابلہ کے بعد شایع کر کے حدیث نبوی کی خدمت کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے جو طلبہ حدیث کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے، ان کی مراجعت و تحقیق کے بعد یہ نیا اڈیشن ۱۸ جلدوں میں مکمل ہوا اور ۲۰۰۳ء میں سلطان بن زاید آل نہیان کے مصارف سے چھپا ہے، ہم اس پر مفصل مضمون لکھنے کے لیے فرصت کے منتظر تھے لیکن تاخیر پر تاخیر ہوتی جارہی ہے اس لیے سردست اسی اختصار پر قناعت کرتے ہیں تاکہ اس عظیم و جلیل شرح کے نئے اڈیشن کا تعارف ہوجائے۔

مولانا تقی الدین صاحب نے اوجز المسالک کی تصحیح میں بڑی محنت و جاں فشانی اور نہایت دقت نظر سے کام لیا ہے، اس شرح کے ہندوستانی نسخہ کو اصل و بنیاد قرار دے کر پہلے اڈیشنوں کی غلطیوں کی تصحیح کی ہے کیوں کہ ہندوستانی نسخہ مصنف کی اصل کے مطابق تھا مگر ہر جگہ اس کی صراحت نہیں کی ہے، صرف اسے مقدمے میں اس کی بعض مثالیں دی ہیں، ہندوستانی نسخہ میں اغلاط کا علم ہونے پر انہوں نے ان مصادر و مراجع کی جانب رجوع کیا ہے جن سے حضرت شیخ نے انہیں نقل کیا تھا، اس کی صراحت و تنبیہ کا التزام بھی نہیں کیا ہے۔

جہاں تک ممکن ہوسکا ہے نصوص کی تخریج ان مصادر سے کی ہے جن سے مصنف نے انہیں نقل کیا تھا لیکن طوالت کے خوف سے اور اس بنا پر کہ مشہور شروح موطا میں یہ نصوص موجود ہیں، پوری کتاب میں اس کا التزام نہیں کیا ہے، حسب ضرورت و موقع مفید تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا ہے۔

متن میں استاذ محمد فواد عبدالباقی کے نسخہ کو پیش نظر رکھا ہے لیکن فایدے کے خیال سے شرح میں شیخ کی تمام نقل باقی رکھی ہے، استفادے میں آسانی اور سہولت کے لیے تفصیلی فہرست تیار کی ہے۔

یہ اور اسی طرح کے گوناگوں امور کو مدنظر رکھ کر مولانا تقی الدین صاحب نے یہ نیا اڈیشن مرتب کیا ہے جس سے حضرت شیخ الحدیث کی شرح کی اہمیت دوبالا ہوگئی ہے۔

جہاں تک اصل شرح کا تعلق ہے، وہ لاریب حضرت شیخ کے رسوخ فی العلم اور فن حدیث میں امتیاز و تبحر کا بے مثال نمونہ اور لازوال کارنامہ ہے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تھا، یہ ایک ممزوج شرح ہے جس میں اس سے پیش تر کی اہم شرحوں کا لب لباب اور عطر کشید کیا گیا ہے،

اس کی وجہ سے اس کا مطالعہ موطا کی سینکڑوں شروح و حواشی سے طالب فن کو بے نیاز کر دیتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے روایات مختلفہ اور مختلف امور میں مقدور بھر جمع و تطبیق یا تاویل و توجیہ کا طریقہ اختیار کیا لیکن جہاں ایسا نہیں ہوسکا ہے وہاں پوری تحقیق کے بعد دلیل سے اپنی ترجیح و تصویب کا ذکر کیا ہے۔

نقل مذاہب کا اہتمام و التزام کیا ہے، جمہور فقہا و محدثین اور ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے قابل ذکر علما و مجتہدین کے آرا و اقوال بھی تحریر کیے ہیں، بلکہ شاذ و غریب اقوال بھی کیے ہیں اور وجوہ اختلاف و ترجیح بھی بیان کر دیے ہیں۔

نقل مذاہب اور ان کی تائید و ترجیح میں احتیاط و انصاف کو ملحوظ رکھا ہے، حنفی مذہب کی طرف طبعی میلان کے باوجود ترجیحات میں استدلال و تحقیق کا سرا ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے، حنفیہ کے تعدد اقوال میں جمع و تطبیق ناممکن ہونے پر صحیح و مرجح کی تعیین کی ہے، شارح نے احکام کے مصالح و حکم بھی دل نشین انداز میں بیان کیے ہیں اور ہر طرح کے فواید و اسرار اور بعض بعض جگہ علمی و فنی نکات بھی قلم بند کیے ہیں، صرف فقہی احکام کا استنباط ہی نہیں کیا بلکہ تفسیری و کلامی وغیرہ مختلف النوع علمی بحثیں بھی کی ہیں۔

رجال و اسناد اور حدیث کے فنی مباحث، روایات کے درجہ و مرتبہ کی تعیین، صحت و قوت اور ضعف و سقوط کے لحاظ سے اقسام حدیث کی تعیین بھی کی ہے، بعض احادیث سے متعلق اشکالات و اوہام کا ازالہ بھی کیا ہے۔

اسماء الرجال کی شرح میں استقصا کے ساتھ اسما و اعلام اور اماکن کی تحقیق کا حق بھی ادا کیا ہے، الفاظ و لغات کے معانی بیان کرنے اور اعراب و حرکات کی تعیین کی جانب بھی خاص توجہ کی ہے، اصطلاحات اور فقروں کی تشریح، عربی کے اسالیب و استعمالات اور نحوی و صرفی مباحث بھی جابجا مذکور ہیں۔

یہ شرح کی عام خصوصیات ہیں، مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب کا شایع کردہ یہ اڈیشن اٹھارہ جلدوں میں ہے، ان سب جلدوں سے مثالیں پیش کرنے کی نہ گنجایش ہے اور نہ وہ عام دل چسپی کی چیزیں ہیں، اس لیے ہم صرف پہلی جلد کی ابتدا سے بعض مثالیں یہاں درج کرتے

ہیں اور آیندہ موقع ملنے پر اس پر سیر حاصل بحث و تبصرہ کریں گے۔

امام مالکؒ نے موطا کا آغاز صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کیا ہے اور حمد و تصلیہ کو چھوڑ دیا ہے، مولانا محمد زکریاؒ صاحب اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''مصنفؒ نے اپنی کتاب یعنی موطا کی ابتدا تسمیہ (بسم اللہ) سے کی ہے اور اسی پر اقتصار کیا ہے، اکثر محدثین کا یہی طریقہ ہے اور وہ حمد (الحمد للہ) اور شہادت کو نہیں تحریر کرتے، حالاں کہ ان کے بارے میں بھی روایات وارد ہیں لیکن ان میں ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی کتابت کی قید کی تصریح نہیں ہے، اس کے علاوہ محدثین کے اصول و قاعدے کے مطابق ان روایات میں کلام کی گنجایش بھی ہے، ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ ایسا نزول قرآن کی اقتدا میں کیا گیا ہے کیوں کہ قرآن مجید میں اولا ''اقرا'' ہی نازل ہوا ہے، یا بادشاہوں کے نام نبی ﷺ نے جو خطوط لکھے تھے یا قضایا کے بارے میں آپؐ نے جو رسالے لکھے تھے ان کی پیروی میں یہ کیا گیا ہے اور یہ بات معلوم و معروف ہے کہ حدیث کی ساری کتابیں عبادات و معاملات وغیرہ سے متعلق آپؐ کے قضایا ہی پر مشتمل ہیں''۔

اس سلسلے میں یہ عذر بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ یہ کتاب مصنف کے نزدیک کوئی اہم چیز نہیں تھی۔ امام مالکؒ نے بسم اللہ لکھ کر جو پہلا باب قایم کیا ہے اس کا عنوان ''باب وقوت الصلوۃ'' ہے، شارح نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

''وقوت وقت کی جمع کثرت ہے، جس طرح بدر کی جمع بدور ہے، موطا کی اکثر روایات میں یہی ہے لیکن ابن بکیر کی روایت میں ''اوقات الصلوۃ'' جمع قلت کے ساتھ آیا ہے اور انہوں نے اس روایت کو اس لیے راجح قرار دیا ہے کہ نمازیں پانچ ہیں، اس لیے جمع قلت لانا ہی زیادہ مناسب تھا لیکن پہلی صورت کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ نماز کے روزانہ تکرار کی وجہ سے وہ کثیر کے درجہ میں ہوگئی ہے، اصل فرضیت اور ۵۰ نمازوں کے اجر کے اعتبار سے جمع کثرت لائی گئی ہے یا پھر اس بنا پر کہ ہر وقت ان تین اوقات پر مشتمل ہوتا ہے، وقت استحباب،

وقت جواز اور وقت قضا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دونوں جمع میں سے ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ شایع و ذرایع ہے، یا یہ کہا جائے کہ بعض محققین کے نزدیک دونوں جمع کا فرق صرف غایت میں ہے، مبدا میں نہیں ہے''۔

جمہور کے قول کے مطابق صلاۃ اس لیے نام رکھا گیا ہے کہ وہ رحمت کے معنی میں ہے، اسی لیے صلاۃ الجنازہ بھی کہا جاتا ہے، حالاں کہ اس میں رکوع اور سجدہ نہیں ہوتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ صلوین سے بنا ہے جو پیچھے کے حصے کی دو رگیں ہیں اور نماز میں مڑ جاتی ہیں، یہ قول باجی کے بیان کے مطابق مشہور نحوی مبرد وغیرہ سے مروی ہے۔

کتاب کے سارے ابواب سے پہلے یہ باب اس لیے لایا گیا ہے کہ نماز ام العبادات ہے جس کے وجوب میں اصل اور بنیاد وقت ہوتا ہے، جس کے شروع ہونے پر نماز واجب ہوجاتی ہے پھر وضو وغیرہ واجب ہوتے ہیں۔

آگے فقہا کے اختلافات بیان کیے ہیں کہ وجوب کا سبب تمام وقت ہوتا ہے جو اکثر مالکیہ کا قول ہے یا اول وقت سبب وجوب ہے اور یہ شافعیہ کا قول ہے یا پھر آخر وقت ہوتا ہے لیکن طوالت کی بنا پر ہم اس بحث کو قلم انداز کرتے ہیں۔ (دیکھیے ص ۲۵۷و۲۵۸)

ابھی تک ہم نے شارح کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق صاحب تعلیقات مولانا ڈاکٹر تقی الدین نے متن و حاشیے میں جو کچھ کیا ہے، وہ یہ ہے:

متن میں مصنف و شارح نے صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تھا مگر تعلیق نگار نے قوسین میں (وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ) لکھا ہے، مصنف و شارح نے باب وقوت الصلاۃ لکھا تھا لیکن چوں کہ بعض نسخوں میں کتاب وقوت الصلاۃ بھی آیا ہے، اس لیے مولانا ڈاکٹر تقی الدین نے اصل کو باقی رکھتے ہوئے اسے بھی تحریر کردیا ہے۔

مولانا تقی الدین نے شرح میں وارد جمع کثرۃ پر یہ حاشیہ تحریر کیا ہے:

''ابن عربی نے کہا ہے کہ ایسا ہی امام مالکؒ نے بھی کیا ہے، کیوں کہ ترجمہ باب کے اندر انہوں نے ۱۳ وقتوں کو داخل کیا ہے اور ہر وقت دوسرے سے کسی حکم میں منفرد اور کسی وجہ سے مغایر ہے''۔

اوراس کے لیے قبس جلد۱،ص ۷۶ کا حوالہ دیا ہے۔

شارح نے باجی کے حوالے سے مبرد نحوی وغیرہ کی جس روایت کا ذکر کیا تھا، اس کے لیے محشی نے المنتقی (۱؍۴) کا حوالہ دیا ہے۔

شرح کی جلد اول میں باب وقوت الصلاۃ میں کتاب الطہارۃ بھی شامل ہے، اس سے ایک مثال تحریر کی جاتی ہے، شارح گرامی باب ماجاء فی المسح بالرأس والاذنین میں لکھتے ہیں۔

اذنین اذن کی تثنیہ ہے اور شروع کے دونوں حرف مضموم ہیں اور کبھی ذال ساکن بھی مستعمل ہے، مسح راس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، باب کے اس عنوان سے مصنف کا منشا یہ ثابت کرنا ہے کہ مسح راس بعینہ واجب ہے، عمامہ کی نیابت کافی نہیں، مسح اذنین کے بارے میں علما کا اختلاف ہے کہ سر کے بچے ہوئے باقی پانی سے ان کا مسح کیا جائے گا یا نئے پانی سے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ کانوں کے لیے نیا پانی لیا جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ کانوں کا مسح سر کے ساتھ ایک ہی پانی سے کرلیا جائے گا۔

حافظ ابن قیمؒ ''الھدیٰ'' میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ نے کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لیا، بذل میں بھی نیل کے حوالے سے یہی تحریر ہے، شعرانی میزان میں فرماتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ دونوں کان سرہی میں شامل ہیں اور ان کا مسح اسی کے ساتھ مستحب ہے مگر امام شافعیؒ کے نزدیک یہ دو مستقل عضو ہیں جن کا مسح نئے پانی سے کیا جائے گا۔

زہری کا قول ہے کہ دونوں کان چہرے (وجہ) میں ہیں اس کے ساتھ انہیں بھی دھویا جائے گا، شعبی اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ کانوں کے سامنے کا حصہ چہرے میں ہے، اس لیے اسے چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا مگر کانوں کا اندرونی حصہ سر میں شامل ہے، اس لیے اس کا مسح کیا جائے گا۔

بذل وغیرہ میں منقول امر سے شعرانی کے قول کا مختلف ہونا باعث اشکال نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اس بارے میں مذاہب کے ناقلین کے اقوال بہت مختلف و مضطرب ہیں، شعرانی

ہی کے مانند شرح السنۃ وغیرہ سے قاری نے بھی نقل کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ کانوں کا مسح تینوں دفعہ نئے پانی سے کیا جائے گا، لیکن اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ کان سرہی کا حصہ ہیں اور اسی کے ساتھ ان کا مسح کیا جائے گا، اسی کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے، امام ترمذی نے بھی امام احمدؒ سے اسی کو نقل کیا ہے۔

محلی کے حوالے سے موطا کے حواشی میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ کے اور امام شافعی امام احمدؒ کے ساتھ ہیں، اضطراب اقوال کا سبب اس بارے میں ایمہ کی روایات کا اختلاف ہے، میرے نزدیک مرجح یہ ہے کہ اکثر کتابوں کے مطالعہ وملاحظہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ متحد الرائے ہیں اور امام مالکؒ امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں، ابن رسلان عثمان کی حدیث کے لفظ ''فاخذ ماء فمسح براسه واذنيه'' کے تحت لکھتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح ایک ہی پانی سے کیا تھا اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہے۔

میرا معروضہ یہ ہے کہ وضو کے کفارہ سیآت ہونے کی حدیث سے بھی حنیفہ کی تائید ہوتی ہے اور رسول اکرمؐ سے مروی ہے کہ ''الاذنان من الراس'' آپ کے وضو کے طریقہ کا ذکر روایتوں میں جس طرح ملتا ہے کہ ''ثم مسح راسه واذنيه ظاهرهما وباطنهما'' ان سب سے بھی حنفیہ کی تائید ہوتی ہے، زیلعی نے اس پر مبسوط بحث کی ہے لیکن اس مختصر کتاب میں اس سے زیادہ کی گنجایش نہیں ہے۔

اس پوری بحث میں حاشیہ نگار نے صرف دو حاشیے لکھے ہیں، ایک تو اس پر کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کان کا مسح سرہی کے، ایک بار کے پانی سے کیا جائے گا، اس کے لیے حاشیے میں الاستذکار کا حوالہ جلد وصفحات کی تعیین کے ساتھ دیا ہے اور جہاں صرف بذل لکھا تھا وہاں حاشیے میں پورا نام مع جلد وصفحات دیا ہے۔

ہمارے خیال میں جس طرح فاضل محقق نے شرح میں مذکور بذل کا پورا نام حاشیے میں دیا ہے، اسی طرح اور کتابوں جیسے الاستذکار، قبس اور المنتقی، الھدیٰ، نیل، میزان، شرح السنۃ اور محلی وغیرہ کے بھی مکمل نام اور ان کے مصنفین کا نام لکھ دیتے تو پڑھنے والوں کو سہولت ہوتی، اسی طرح شرح میں جن لوگوں کے نام آئے ہیں جیسے شوکانی، شعرانی، زہری، شعبی اور قاری وغیرہ ان

پر مختصر نوٹ لکھ کر ان کا تعارف کراتے، اس سے اس کا فایدہ بیش ہو جاتا۔

۲- المسوی من احادیث الموطا

موطا امام مالکؒ کی شرح اوجز المسالک پر مضمون لکھتے وقت خیال ہوا کہ المسوی کی خصوصیات و امتیازات بھی بیان کروی جائیں، اسی لیے یہ تحریر بھی پیش کی جارہی ہے۔

موطا امام مالکؒ کی اہمیت، عظمت وقدامت مسلم ہے، اس نام سے اور بھی مجموعے مرتب ہوئے مگر اس کے جیسی شہرت ومقبولیت اور اعتبار واستناد کسی اور مجموعے کے حصے میں نہیں آیا، موطا امام مالکؒ کی عظمت وبلند پایگی کی بنا پر اس کے ساتھ بڑا اعتنا کیا گیا اور اس کے متعدد شروح و حواشی اور تعلیقات لکھی گئیں۔

علمائے ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو بھی اس کتاب سے بڑا شغف واعتنا رہا ہے، انہوں نے اس کی دوشرحیں لکھیں ایک عربی میں مسوی اور دوسری فارسی میں مصفی اور دونوں کو حسن قبول ملا، یہاں المسوی من احادیث الموطا پر گفتگو مقصود ہے۔

المسوی کے مقدمہ میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا لب لباب پیش کردینا مناسب ہوگا کیونکہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں، اس سے شرح کی نوعیت، اہمیت اور ضرورت بھی معلوم ہو جائے گی اور خود موطا شریف کا درجہ ومرتبہ بھی واضح ہوگا، فرماتے ہیں:

۱- کتب فقہ میں موطا سب سے صحیح، مشہور، قدیم اور جامع ہے۔

۲- ملت مرحومہ کا سواد اعظم اس پر عمل، اس کی روایت ودرایت میں سعی وکاوش، اس کی مشکلات کی شرح پر اعتنا اور اس کے معانی کے استنباط کا اہتمام کرنے پر متفق ہے۔

۳- انصاف وبے تعصبی سے فقہا کے مذاہب کا تتبع واستقرا کرنے والے جانتے ہیں کہ موطا، امام مالکؒ کے مذہب کا سرمایہ واساس، امام شافعیؒ وامام احمدؒ کے مذاہب کی اصل وبنیاد اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا چراغ ہے۔

۴- موطا سے ان مذاہب کی وہی نسبت ہے جو شروح سے متون کی اور شاخوں سے درخت کی ہوتی ہے۔

۵- تتبع واستقرا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتب سنن صحیح مسلم، سنن ابی داؤد ونسائی اور فقہ حدیث سے متعلق کتابیں صحیح بخاری اور جامع ترمذی موطا امام مالکؒ پر مستخرج ہیں۔(۱)

یہ ساری کتابیں موطا کے اردگرد گھومتی ہیں، ان کا خاص مطمح نظر موطا کی مراسیل کا اتصال، موقوف کا رفع یا اس کی متروک روایتوں کو درج کردینا اور مسند روایتوں کے شواہد ومتابعات کو نقل کردینا وغیرہ ہے۔

موطا ان خصوصیات کو بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ موطا اور صحاح کی کتابوں میں تحقیق حق کی صورت یہی ہے کہ موطا پر مکمل توجہ دی جائے اور اس سے چمٹ جایا جائے الحمدللہ اللہ نے مجھے اس پر شرح صدر عطا کیا کہ موطا کی حدیثوں کو اس انداز سے ترتیب دوں کہ اس سے استفادہ سہل ہو جائے اور ان احادیث کا واضح مطلب بیان کردوں جس سے جمہور علما نے استنباط کیا ہے، اسی کے ساتھ قرآن مجید کی وہ آیتیں بھی شامل کردوں جن کا حفظ اور جن کی تفسیر کی معرفت فقیہ کے لیے ضروری ہے، میں ہر باب میں شافعیہ اور حنفیہ کا مذہب بھی بیان کروں گا کیوں کہ ان ہی دونوں بڑے گروہوں سے امت کے اکثر افراد وابستہ ہیں اور دینی فنون میں اکثر ان ہی کی تصنیفات متداول ہیں، قارئین کی آسانی اور ابواب کی اہم چیزوں کو بیان کرنے کے شوق ورغبت میں دوسرے مذاہب سے بجز چند مقامات کے تعرض نہیں کیا ہے، ایمہ کرام نے جہاں صحیح وصریح حدیث کی موجودگی کی وجہ سے امام مالکؒ پر تعقب کیا ہے، اسے بھی بیان کردیا ہے، بہ قدر ضرورت لغوی معانی کو بھی بیان کیا ہے یعنی غریب الفاظ کی شرح اور مشکلات کو ضبط کیا ہے اور فقہی معانی کی توضیح میں حکم کی علت واقسام بیان کی ہے، ایمہ صحاح ستہ کی تخریج کردہ احادیث کے ذکر سے بہ جز چند مقامات کے کہیں تعرض نہیں کیا ہے کیونکہ علما یہ کام انجام دے چکے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ موطا کی احادیث کے اسناد ہی بیان کرنے کے لیے مسند دارمی تصنیف کی گئی ہے۔

شاہ صاحب نے اس توفیق الٰہی کا بھی ذکر کیا ہے کہ مسوی سے خیر کے دروازے واہوں

(۱) محدثین کی اصطلاح میں مستخرج ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی حدیثوں کو اس کی ترتیب متون اور طرق اسناد کے مطابق نقل کیا جاتا ہے۔

گے، امت مرحومہ کی شیرازہ بندی ہوگی، جامد طبیعتوں میں حرکت آئے گی اور متروک علم کے طرق کی جانب اس سے رہنمائی ملے گی۔

وہ اس کتاب کو پانچ قسم کے احکام کی جامع بتاتے ہیں:

۱- نصوص کتاب سے ماخوذ و مستنبط احکام۔

۲- مستفیض احادیث سے ثابت احکام۔

۳- اصول میں مروی ہر باب کی قوی احادیث سے ثابت احکام۔

۴- وہ احکام جن پر جمہور صحابہ و تابعین متفق ہیں۔

۵- امام مالکؒ اور ان کی متابعت کرنے والی فقہا و محدثین کی جماعتوں کے مستنبط احکام۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مقتضائے حال کے مطابق بعض جگہوں پر میں نے حدیث کو دو بابوں میں تقسیم کردیا ہے، اس سلسلے میں اس شرط کی رعایت کی ہے جو اہل حدیث کے نزدیک معتبر ہے، بعض جگہوں پر ایک ہی حدیث کو دو بار ذکر کیا ہے، اگر ان کی اسناد دو ہیں تو فبہا ورنہ ایک ہی جگہ اسناد نقل کی ہے اور دوسری جگہ یہ کہا ہے قال مالک باسناده كذا وكذا۔

شاہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس نسخے میں میں نے موطا کی احادیث و آثار کا استیعاب کیا مگر امام مالکؒ کے اس طرح کے قول کو کہ من السنة كذا یا جو ان کا استنباط ہے، ان میں سے ان ہی کو دیا ہے جن کی طرف حنفیہ و شافعیہ میں سے کوئی گیا ہے، باقی سے چند مقامات کے سوا کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مسوی صرف موطا کی احادیث کی شرح و تعلیق ہی نہیں ہے بلکہ یہ موطا میں کسی قدر حذف و اضافہ بھی ہے اور اس کی ترتیب بھی اس سے جدا ہوگئی ہے، ان امور کو ہم مثالوں سے واضح کرتے ہیں۔

موطا کے متداول نسخے کی ابتدا وقوت الصلوة کے عنوان سے ہوئی ہے اور اسی میں وضو، غسل، نواقض وضو، تیمم، مسح، اذان اور پھر نماز کے متعلقہ ابواب ملے جلے دیے گئے ہیں لیکن شاہ صاحب مسوی کا آغاز کتاب الصلوة کے عنوان سے کرتے ہیں جس میں موطا کے بعض ابواب حذف اور بعض کے عنوان روایتوں کی مناسبت سے بدل دیے ہیں، مگر مصنف کے قایم کردہ

ابواب مناسب ترتیب سے دوسری جگہ حسب موقع دیے ہیں، جیسے موطا کا متداول نسخہ اس حدیث سے شروع ہوا ہے جس میں ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تاخیر سے نماز عصر ادا کرنے اور آں حضرتؐ کے لیے حضرت جبریلؑ کے نماز کے اوقات مقرر کرنے کا ذکر ہے، یہ حدیث مسوی میں کسی قدر آگے چل کر باب نزول جبريل وتعيينه اوقات الصلوة للنبى صلى الله عليه وسلم کے عنوان سے ملتی ہے۔(۱)

موطا میں وقوت الصلوة کے ضمن میں اور روایات بھی نقل ہوئی ہیں جن کو شاہ صاحب نے دوسری مناسب جگہوں پر نقل کیا ہے، اب رہی وہ حدیث جسے شاہ صاحب نے ابتدا میں نقل کیا ہے، وہ موطا کے نسخے میں جامع الترغيب فى الصلوة کے عنوان سے ملتی ہے، اسی عنوان کے تحت موطا میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے وہ حدیث نقل کی گئی ہے جس میں اس کا ذکر ہے کہ آدمی کے سو جانے کے بعد اس پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے۔(۲)

موطا میں کتاب الصلوة کا مستقل عنوان ہی نہیں ہے اور اس سے متعلق حدیثیں وضو، غسل، جنابت اور تیمم وغیرہ کے ساتھ مخلوط درج ہیں، شاہ صاحب نے اس اختلاط سے بچنے کے لیے کتاب الصلوة کا عنوان قایم کیا ہے جس کے ضمن میں وضو اور طہارت وغیرہ کے مسایل آسکتے ہیں کیوں کہ یہ سب نماز کے شرایط میں داخل ہیں، شاہ صاحب نے یہ جامع عنوان قایم کرکے نماز کی اہمیت واضح کرنے کے لیے اس کے بعد یہ باب قایم کیا ہے کہ باب الصلوات الخمس احد اركان الاسلام اور پھر حدیث کے مدلول و منشا کے مطابق اس کو بھی عنوان کا جز بنایا ہے کہ ولا يجب على المكلف من الصلوة شئى غير الخمس (پانچ نمازوں کے علاوہ کوئی نماز مکلف پر واجب نہیں ہے) اور چوں کہ حدیث میں صیام رمضان اور زکوۃ کا ذکر بھی آیا ہے، اسی لیے یہ بھی تحریر فرمایا ہے وكذلك الصوم ولايجب منه شئى غير رمضان وكذلك الزكاة ایسے ہی رمضان کے سوا کوئی اور روزہ واجب نہیں ہے اور یہی زکوۃ کا بھی حال ہے کہ مال کے بہ قدر نصاب ہونے کے بعد ہی واجب ہوگی۔

---

(۱) المسوى من احاديث الموطا جز اول، ص ۵۱ و ۵۲، مطبعہ سلفیہ مکہ مکرمہ حجاز، ۱۳۵۱ھ

(۲) موطا، ص ۶۲، مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں وتر اور عید کی نمازوں کے تطوع ہونے کی دلیل ہے، یہی امام شافعیؒ کا مذہب، وتر کے بارے میں صاحبین نے ان کی موافقت کی ہے اور امام محمدؒ کا ظاہر قول عیدین کے بارے میں بھی یہی ہے فرماتے ہیں، جب دو عیدیں جمع ہوجائیں تو پہلی عید سنت ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر و عید واجب ہیں۔

ارکان دین کے متعلق سوال کرنے والے نے چلتے چلاتے یہ کہا تھا کہ واللہ لا ازید علی ھذا ولا انقص (بہ خدا میں اس میں کچھ اضافہ اور کمی نہیں کروں گا) تو رسول اللہؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا افلح ان صدق (اگر اس نے سچ کہا تو کامیاب ہوا) اس کے متعلق شاہ صاحب اپنی تعلیق میں فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ فرض کے سوا چیزیں چھوڑ دینے پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ (المسوی، جز اول، ص ۱۰ و ۱۱)

موطا کے متداول نسخے اور مسوی کی روایتوں میں کمی بیشی اور ابواب میں تقدیم و تاخیر کا فرق دیکھنے کے لیے ترك الوضؤ مما مست النار کا باب (موطا، ص ۸ و ۹) اور (مسوی، ص ۱۸ و ۱۹) ملاحظہ ہو۔

موطا کے متداول نسخے میں مذکورہ بالا باب سے قبل مالا یجب فیه الوضو کا باب ملتا ہے جس میں تین روایات و آثار اور امام مالکؒ کے دو فتوے درج ہیں (ص ۸) لیکن مسوی میں یہ باب مذکورہ بالا باب کے بعد اس عنوان سے دیا گیا ہے، باب آخر فیما لا یجب منه الوضو جس میں شاہ صاحب نے صرف ایک ہی اثر نقل کیا ہے اور دونوں فتوے اور ایک حدیث اور ایک اثر کو حذف کردیا ہے۔

رعاف، قی اور جرح کے ابواب متداول نسخے میں ان عنوانات کے ساتھ ملتے ہیں، ما جاء فی الرعاف والقی، العمل فی الرعاف اور العمل فیمن غلبه الدم من جرح او رعاف، ان میں سے پہلے باب میں تین، دوسرے میں دو اور تیسرے میں بھی اثر اور امام مالک کا ایک فتوی دیا ہے لیکن ان ابواب میں قی سے متعلق کوئی روایت نقل نہیں کی ہے (ص ۱۳) چنانچہ شاہ صاحب نے باب الوضو من القی کا مستقل باب باندھا ہے (ص ۱۶)، اس میں انہوں نے ایک اثر اور امام مالک کا ایک فتوی نقل کیا ہے جو متداول نسخے کے باب مالا یجب

فیه الوضو میں مذکور ہے۔ (ص ۸)

رعاف اور حجامت سے متعلق ابواب میں متداول نسخے میں سات آثار اور امام مالکؒ کا ایک قول منقول ہے، متداول نسخے میں رعاف سے متعلق ابواب کے معاً بعد الوضو من المذی اور الرخصة فی ترك الوضو من الودی کے ابواب ہیں (۱۴) مگر مسوی میں رعاف سے کئی ابواب پہلے ان کو نقل کیا گیا ہے (ص ۱۲ و ۱۳)۔

بعض ابواب مسوی میں ہیں مگر متداول نسخے میں نہیں ہیں جیسے یجب الوضو علی من نام مضطجعا الاعلی من نام قاعدا (ص ۱۳) مسوی میں ہے مگر متداول نسخہ موطا میں نہیں ہے، البتہ مسوی کے باب میں جو احادیث و آثار دی گئی ہیں وہ متداول نسخے کے باب وضو النائم اذا قام الی الصلوة میں ہیں (ص ۷) اور حدیث و آثار کی تعداد مسوی سے زیادہ ہے، ایک اور فرق یہ ہے کہ امام مالکؒ کا یہ عمل الامر عندنا انه لا یتوضو من رعاف ولا من دم ولا من قیح یسیل من الجسد ولا یتوضاء الا من حدث یخرج من دبر او ذکر او نوم (ص ۷) جو متداول نسخے میں یہاں نقل کیا گیا ہے اسے مسوی میں آگے باب الوضو من الرعاف والحجامة میں نقل کیا ہے۔ (ص ۱۷)

موطا کے متداول نسخے میں نماز کے بعد صیام اور اس کے بعد کتاب الزکوة کا ذکر ہے مگر مسوی میں کتاب الزکوة کا ذکر پہلے اور کتاب الصیام کا ذکر بعد میں ہوا ہے اور ان دونوں کتب کے ابواب میں بھی دونوں کتابوں کے اندر اسی طرح کا فرق موجود ہے جس کی مثالیں کتاب الصلوة سے پیش کی گئی ہیں اور جس طرح کتاب الزکوة و کتاب الصیام میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے، اسی طرح آگے کی کتب میں بھی تقدیم و تاخیر ملتی ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے مقدمہ میں بتایا ہے کہ اپنی شرح مسوی میں آیات قرآنی مع تشریح و ترجمانی کا اضافہ کیا ہے، یہ آیتیں انہوں نے عموماً ابواب کے شروع میں نقل کی ہیں مثلاً کتاب الصلوة کے دوسرے باب "باب وجوب الوضو والغسل والتیمم لمن اراد الصلوة وھو محدث او جنب" میں انہوں نے آیت وضو یا یھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوة اور مقتضائے حال کے مطابق یا یھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکاری ولا

جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا الآیۃ نقل کر کے دونوں کی تفسیر و وضاحت کی ہے اور اس باب میں کوئی حدیث واثر نہیں نقل کیا ہے (ص ۱۰)، متداول موطا میں یہ باب نہیں ہے۔

آگے تجب النیۃ فی الوضو والغسل کا باب قایم کیا ہے اور اس میں آیت قرآنی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اور حدیث انما الاعمال بالنیات نقل کی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی حدیث واثر نہیں نقل کیا ہے (ص ۲۳)، یہ باب بھی موطا میں نہیں ہے۔

ایک باب الاوقات التی یستحب فیہا اداء الصلوات الخمس وھی اوائل اوقاتھا قایم کر کے اس کے شروع میں سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت نقل کی ہے اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کا مشھودا (ص ۵۲)، اس باب میں بہت سے آثار اور ایک دو حدیثیں نقل کی ہیں، یہ باب بھی موطا میں نہیں ہے لیکن اس کے آثار اس کے مختلف ابواب میں مذکور ہیں۔

صلوۃ الخوف کے باب میں بھی اس سے متعلق قرآنی آیت کا اضافہ کیا ہے اور پھر وہ حدیثیں اور آثار نقل کیے ہیں جو موطا کے متداول نسخے میں بھی ہیں۔

عیدین کے بیان میں ایک باب یہ ہے یستحب اکثار التکبیر لیلۃ عید الضحی ویومھا ویکبر یوم النحر وایام التشریق عتیب الصلوۃ، اس کے تحت دو آیتیں نقل کی ہیں لن ینال اللہ لحومھا ..... وبشر المحسنین اور واذکروا اللہ فی ایام معدودات، یہ باب موطا میں نہیں ہے۔ (ص ۱۸۰)

کتاب الزکوۃ، کتاب الصیام اور کتاب الحج کی ابتدا بھی آیات قرآنی سے کی ہے، کتاب الزکوۃ میں اثم مانع الزکوۃ کا باب قایم کر کے چند آیتیں نقل کی ہیں (ص ۲۱۳) اور کتاب الصیام میں اس سے متعلقہ آیتیں نقل کر کے ان کی مراد و مدلول کو واضح کیا ہے۔

جہاں تک مسالک و مذاہب کے اقوال کا تعلق ہے، ان کا تذکرہ بہ قدر ضرورت عموماً کیا ہے، ایک مثال ملاحظہ ہو، اس میں کسی قدر لغوی تشریح بھی ہے اوقات الصلوۃ کے آخر میں لکھتے ہیں۔

اشتباک النجوم کے معنی بعض ستاروں کا اختلاط بعض سے ہے، اشتبکت النجوم سے مراد یہ ہے کہ تمام ستارے نکل آئے۔

تھجیر کے معنی ہاجرہ میں چلنا اور ہاجرہ سے نصف النہار (دوپہر) مراد ہے اور حدیث میں زوال شمس کے وقت نماز ادا کرنا مراد ہے (ص ۶)۔

اس لغوی تشریح کے بعد رقم طراز ہیں کہ اس باب میں دو باتیں اہمیت کی حامل ہیں، ایک تو یہ کہ ان میں نماز کے اول وقتوں کا بیان ہے جو امام شافعیؒ اور صاحبین کا مذہب بتایا جاتا ہے اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ نے عصر کے اول وقت میں اختلاف کیا ہے، ان کے نزدیک یہ ہر چیز کے سایہ کے مثلین تک پہنچنے کے بعد ہوتا ہے اور عشاء کے اول وقت کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ شفق ابیض کے غایب ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

دوسری چیز یہ کہ یہ اوقات مستحبہ کا بیان ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اول وقت میں نماز کی تعجیل افضل ہے، سوائے عشاء کے جس کا مستحب وقت تہائی رات تک ممتد ہے اور سخت گرمی میں ظہر کی نماز میں ان کی اپنی شرط کے مطابق ابراد مستحب ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ فجر میں اسفار اور عصر و عشاء اور گرمی میں نماز ظہر کی تاخیر مستحب ہے۔ (ص ۵۶)

روزے کے بیان میں ایک باب اس کا ہے کہ مسافر کے لیے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں کیا افضل ہے، اقوال کی تطبیق کے بعد ان کا ملخص یہ بیان کیا ہے کہ اس شخص کے لیے جس کو روزہ رکھنے سے مشقت اور زحمت نہ ہو، روزہ رکھنا ہی افضل ہے سوائے اس شخص کے جو رخصت کے جواز یا اس کی کراہت کو بتانا چاہتا ہے، اس باب میں جو حدیثیں اور آثار پیش کیے ہیں، انہیں نمبروار ملاحظہ کیجیے:

۱- رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے سال اپنے سفر میں لوگوں کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اپنے دشمن کے لیے طاقت ور بنو، لیکن آپ نے خود روزہ رکھا، راوی ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کرنے والے نے کہا کہ میں نے رسول اکرمؐ کو مقام عرج میں دیکھا کہ پیاس یا گرمی کی شدت کی بنا پر آپؐ اپنے سر پر پانی بہا رہے تھے، آپؐ سے کہا گیا کہ چوں کہ آپؐ نے روزہ رکھا ہے اس لیے ایک گروہ نے بھی روزہ رکھا ہے، پھر راوی کہتے ہیں کہ جب آپؐ کدید میں پہنچے تو آپؐ نے ایک پیالہ منگا کر پانی پیا، اس بنا پر لوگوں نے بھی افطار کیا۔

۲- انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ رمضان میں سفر کیا تو نہ

روزہ داروں نے روزہ نہ رکھنے والوں کی ملامت کی اور نہ روزہ رکھنے والوں نے روزہ داروں کو برا کہا۔

۳-حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے رسول اللہؐ سے کہا میں روزہ رکھ رہا ہوں، کیا سفر میں بھی روزہ رکھوں، ارشاد ہوا اگر تم چاہو تو رکھو اور چاہو تو نہ رکھو۔

۴-عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ سفر میں روزہ نہیں رکھتے تھے۔

۵-امام مالکؒ ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے ساتھ رمضان میں سفر کرتے تھے اور ہم بھی ان کے ساتھ سفر میں ہوتے تھے تو وہ روزہ رکھتے تھے اور ہم نہیں رکھتے تھے لیکن وہ ہمیں روزے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آثار کے درمیان تطبیق کی یہ صورت امام شافعیؒ کے قول میں ملتی ہے اور یہی اہل علم کا مسلک ہے، شرح السنۃ میں ہے کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ آں حضرتؐ کے ارشاد لیس من البر الصوم فی السفر (سفر میں روزہ نیکی نہیں ہے) کا اور جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا تو آپؐ نے فرمایا اولئک العصاۃ (یہ لوگ نافرمان ہیں) کا مفہوم یہ ہے کہ جب آدمی کا قلب رخصت قبول کرنے کا متحمل نہ ہو لیکن جن لوگوں نے رخصت کو مباح سمجھا اور روزہ پر قادر ہونے کی وجہ سے روزہ رکھا تو یہ قول میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اور راوی کے قول "رسول اللہؐ پیاس کی وجہ سے روزے میں سر پر پانی بہاتے تھے" سے معلوم ہوتا ہے کہ سر یا جسم پر پانی گرانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ باطن میں ٹھنڈک کا احساس ہی کیوں نہ ہو اور یہی اہل علم کی رائے ہے۔ (ص ۲۵۵، ۲۵۶)

آخر میں ہم شاہ صاحب کی تفسیر قرآنی کا بھی ایک نمونہ پیش کرتے ہیں، وہ آیاتِ صیام کے ضمن میں لکھتے ہیں، ارشاد خداوندی "وعلی الذین یطیقونہ" میں سلف سے دو قول مروی ہیں:

۱-شروع اسلام میں یہ رخصت تھی کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے اور صدقہ کرے، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

۲-دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو طاقت نہ رکھتے ہوں یا جو روزے کی طاقت رکھتے ہوں مگر پھر ان کو اس میں عجز و دشواری ہو جائے، ان لوگوں کی طرف اس میں اشارہ ہے یعنی شیخ فانی۔

۳-میرے نزدیک ایک تیسری صورت یہ ہے کہ عید الفطر کے فدیہ میں ایک مسکین کا کھانا

دینا ان لوگوں پر واجب ہے جو اس کی وسعت رکھتے ہیں، یہ اضمار قبل الذکر ہے کیونکہ وہ رتبتاً مقدم ہے اور ضمیر کا ذکر معناً کیا ہے کیونکہ فدیہ طعام ہے اور صدقۂ فطر کا وجوب تمام اہل علم کا مذہب ہے۔

۴-قاسم اور سعید بن جبیر کے کلام سے میں نے ایک چوتھی توجیہ یہ مستنبط کی ہے کہ جو لوگ دوسرے ایام (رمضان بعد سے اگلے رمضان تک) میں قضا کی طاقت رکھنے کے باوجود قضا روزے نہ رکھیں، انہیں ایک مسکین کا فدیہ دینا لازم ہے۔

۵-میں نے حدیث من مات و علیه صیام شهر سے ایک پانچویں توجیہ بھی مستنبط کی ہے کہ جو لوگ قضا پر قادر ہونے کے باوجود قضا روزے نہ رکھیں اور ان کی موت ہو جائے تو ان کے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا دیا جائے گا، اس صورت میں مطلب یہ بنے گا کہ ولی پر واجب ہے کہ میت کے ترکے سے فدیۂ طعام نکالے۔

یہ سب صحیح توجیہات ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے مدلول کی طرف سلف گئے ہیں اور بہ ظاہر ان لوگوں نے آیت (واذا سألک عبادی) کے احتمالات کی وجہ سے اس کو اخذ کیا ہے جس کے اور آیات صیام کے درمیان کوئی فصل نہیں ہے، اس لیے معنی یہ ہوگا کہ لتکملوا العدة و لتکبروا اللّٰه ولتدعوه۔

ان آیات میں صیام رمضان کی فرضیت کتب کے لفظ کی وجہ سے ہے اور صوم کے لغوی معنی امساك (رکنا) ہیں اور ان آیات سے یہ بھی ماخوذ ہے کہ شریعت میں صبح صادق سے غروب شمس تک کھانے، پینے اور جماع سے رکنا ہے اور نیت کا وجوب حدیث نبویؐ انما الاعمال بالنیات سے ماخوذ ہے۔

ان آیات میں اس کا بھی ذکر ہے کہ مریض و مسافر روزہ نہیں رکھیں گے اور پھر جتنے دن نہیں رکھا اس کی قضا کریں گے اور ہماری توجیہ کے مطابق ان میں اس کا بھی ذکر ہے کہ صدقۂ فطر فریضہ ہے جس کی مقدار و وقت حدیث سے ماخوذ ہے۔

ان آیات سے یہ بھی ثابت ہے کہ رمضان ختم ہونے کے بعد تکبیر کی کثرت مطلوب ہے نیز اعتکاف ایک مطلوبہ عبادت ہے اور اس میں مباشرت حرام ہے۔ (المسوی، جزاول ص ۲۴۴ تا ۲۴۶)

٭٭٭٭

قرآن مجید کے معرب الفاظ

از:- مولانا مظہر الاسلام قاسمی☆

راقم الحروف نے ''بخاری شریف کے آخری باب وحدیث کی تشریح'' کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ مرتب کیا ہے جو اب تک نامساعد حالات کی وجہ سے طبع نہیں ہوسکا ہے، زیر نظر مضمون ''قرآن مجید کے معرب الفاظ'' اس غیر مطبوعہ رسالے کا ایک جز ہے جو قارئینِ معارف کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

یہ رسالہ کوئی طبع زاد نہیں ہے۔ اس کی سرگزشت وحقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ نے درس بخاری کے دوران اپنے استاذ محترم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے جو درسی افادات قلم بند کیے ہیں، وہی بعد میں '' لامع الدراری علی جامع البخاری '' کے نام سے شایع کردیے گئے ہیں، اس '' لامع '' پر ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے قیمتی حواشی لکھے ہیں، جن کی آخری کڑی بخاری شریف کے آخری باب وحدیث کا یہی حاشیہ ہے، جس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، اس میں جہاں ضرورت محسوس کی گئی ہے وہاں اپنی طرف سے بہ طور حاشیہ کچھ اضافہ بھی کردیا ہے اور اسے رسالے کی صورت میں مرتب کرکے اس کا نام '' بخاری شریف کے آخری باب وحدیث کی تشریح '' رکھا ہے۔

بخاری شریف کے آخری باب '' باب قول اللہ: ونضع الموازین القسط لیوم القیامة '' کے تحت قال مجاھد: القسطاس، العدل بالرومیة کے ضمن میں حضرت مصوفؒ نے '' قرآن مجید کے معرب الفاظ '' پر مفصل کلام کیا ہے لیکن اپنے موضوع کی رعایت کرتے ہوئے انہوں نے صرف ان کے ماخذ کا حوالہ دیا ہے، ان کو وہاں سے نقل نہیں کیا ہے،

☆ آسام دارالحدیث، جینے نگر مدرسہ، نیل بگان، نوگاؤں، آسام۔

حالاں کہ اس کی ضرورت تھی، اس لیے اس کلام کے آخر میں ایک جدول دیا گیا ہے جس میں پوری تفصیلات کے ساتھ تمام معربات درج کردیے گئے ہیں، بہر کیف، العدل کے تحت حضرتؒ رقم طراز ہیں، مصنف الجمل نے فرمایا:

'' یہ لفظ قسطاس رومی ہے، جس کو عربی بنالیا گیا ہے اور یہ قرآن کی عربیت میں بٹہ نہیں لگاتا، کیوں کہ قاعدہ کی رو سے جب کسی عجمی لفظ کو عرب استعمال کریں اور اس کو اعراب، تعریف اور تنکیر وغیرہ میں اپنے کلام کے قواعد کے مطابق کرلیں تو وہ لفظ عربی ہوجاتا ہے''۔

قسطلانیؒ نے فرمایا:

'' مجاہدؒ کے قول - رومی میں - کے معنی ہیں، رومیوں کی زبان میں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں معرب الفاظ واقع ہوئے ہیں، رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: قُرآناً عربیاً (یوسف:۱۱)، قرآن عربی (زبان کا) تو نادر الفاظ اس کے منافی نہیں ہیں، یا یہ دو لغات کے توافق میں سے ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اِنّا اَنزَلْنَاہُ قُرآناً عَرَبِیًّا (یوسف:۱۱) ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی (زبان کا) یا یہ کہا جائے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا اسلوب ونظم عربی ہے یا یہ کہا جائے کہ یہ زیادہ زیادہ عام اور زیادہ غالب کے اعتبار سے ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ کلام عربی میں یہ شرط نہیں ہے کہ اس کا ہر لفظ عربی ہی ہو، ہاں! یہ ضرور ہے کہ قرآن کا غیر فصیح کلمہ پر مشتمل ہونا درست نہیں ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ یہ درست ہے، جس کو حضرت مولانا سعد الدین صاحب تفتازانیؒ نے اس لیے رد کردیا ہے کہ یہ قول اللہ تعالیٰ کی طرف جہل یا عجز کی نسبت کی طرف کھینچ لے جاتا ہے، حالاں کہ وہ اس سے بہت بلند وبرتر ہے۔

کرمانیؒ نے فرمایا:

'' اگر آپ مجاہدؒ کے قول - قسطاس کے معنی اہل روم کی زبان میں عدل وانصاف ہیں - پر یہ اشکال کریں کہ اِنّا اَنزَلْنَاہُ قُرآناً عَرَبِیًّا، اس کے لیے مانع ہے تو میں اس کا جواب دوں گا کہ اس میں عرب کی وضع یعنی لفظ کی بناوٹ ان کی لغت کے موافق ہوگئی یعنی یہ دو اوضاع کے توافق کے باب سے ہے اور اُصولیین کے لیے ان جیسے مسایل میں مباحث کی گنجایش ہے''۔

عینیؒ نے اس کے دو لغات کے توافق میں سے ہونے کے بارے میں کرمانیؒ کی پیروی

کی ہے اور سیوطیؒ نے الاتقان میں اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے اس بارے میں ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام المھذب فیما وقع فی القرآن من المعرب رکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں معرب لفظ واقع ہونے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، اکثر کی رائے جن میں امام شافعیؒ، ابن جریرؒ، ابوعبیدہؒ، قاضی ابوبکرؒ اور ابن فارسؒ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: قرآناً عربیاً اور اس کے علاوہ دوسری آیات کی وجہ سے یہ ہے کہ اس میں معرب واقع نہیں ہے جو لوگ اس کے قایل ہیں، امام شافعیؒ نے ان پر سخت نکتہ چینی کی ہے، ابوعبیدہؒ نے فرمایا: جس شخص نے یہ کہا کہ اس میں غیر عربی کلمہ ہے، اس نے بڑی بات کہی، ابن جریرؒ نے فرمایا: یہ بات جو حضرت ابن عباسؓ سے قرآن کے الفاظ کی تفسیر کے متعلق مروی ہے کہ یہ فارسی وغیرہ کے الفاظ ہیں تو یہ ان میں بس لغات کے توارد کا اتفاق ہے اور بعض لوگوں نے کہا: کہ جب عرب عاربہ (یعنی وہ عرب قبایل جو یعرب بن یشجب بن قحطان کی نسل سے ہیں) نے غیر عربی الفاظ میں تصرف کیا اور ان کو استعمال کیا تو یہ الفاظ فصیح عربی کے قایم مقام ہوگئے اور بعض لوگوں نے کہا: یہ سب الفاظ عربی ہیں لیکن عرب کی زبان وسیع ہونے کی وجہ سے بعض الفاظ مخفی ہوگئے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ پر فاطر (پھاڑنے والا، پیدا کرنے والا) اور فاتح (کھولنے والا، فتح کرنے والا) کے معنی مخفی ہوگئے تھے اور دوسرے علما اس میں ان کے واقع ہونے کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: قرآناً عربیا کا یہ جواب دیا ہے کہ غیر عربی کے گنتی کے چند الفاظ اس کو اس کے عربی ہونے سے خارج نہیں کرسکتے، سیوطیؒ نے فرمایا: ان کے واقع ہونے کی سب سے مضبوط دلیل جو میری نظر سے گزری اور جو میری پسندیدہ دلیل ہے، وہ روایت ہے جس کی تخریج ابن جریرؒ نے بہ سند صحیح ابومیسرہؒ جیسے بزرگ تابعی سے کی ہے، انہوں نے فرمایا: قرآن میں ہر زبان ہے اور اسی جیسی روایت سعید بن جبیرؒ اور وہب بن منبہؒ سے بھی مروی ہے، درحقیقت یہ قرآن میں ان الفاظ کے واقع ہونے کی اس حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کتاب چوں کہ اولین و آخرین کے علم اور ہر شے کی خبر پر مشتمل ہے، اس لیے اس میں ضروری ہے کہ لغات وزبان کی انواع واقسام کی طرف اشارہ واقع ہو، تاکہ ہر شے پر اس کا پورا احاطہ ہوجائے، لہٰذا اس کے لیے ہر زبان میں سے اس کے سب سے زیادہ میٹھے، سب سے زیادہ ہلکے اور عرب کے لیے سب زیادہ استعمال ہونے والے

الفاظ اختیار کیے گئے ہیں، پھر میں نے ابن النقیبؒ کو دیکھا کہ انہوں نے بھی اس کی تصریح کی ہے، پھر سیوطیؒ نے اپنا کلام ذکر کیا ہے اور انہوں نے وہ الفاظ بیان کیے ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ غیر عربی ہیں، انہوں نے فرمایا: تاج الدین ابن السبکیؒ نے ان میں سے چند ابیات میں ۲۷/ الفاظ نظم کیے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ نے ان کے آخر میں مزید چند ابیات کا اضافہ کیا ہے، جن میں انہوں نے ۲۴/ الفاظ موزوں کیے ہیں اور میں نے ان دونوں کے آخر میں باقی الفاظ کا اضافہ کیا ہے جو ۶۰/ سے کچھ اوپر ہیں، پس یہ الفاظ سو سے زاید ہوگئے، سیوطیؒ نے یہ سب ابیات ذکر کیے ہیں، اگر آپ چاہیں تو ان کی طرف مراجعت کریں''۔

معربات سے متعلق یہی مفصل کلام ہے جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا اصلی ماخذ الاتقان فی علوم القرآن ہے، جس کے مصنف علامہ سیوطیؒ نے اس کی اڑتیسویں نوع کے تحت ۱۲۰/ معرب الفاظ ذکر کیے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی زبان بھی بیان کردی ہے، چنانچہ نیچے دیے گئے جدول میں الفاظ اور زبان اس کتاب سے اور ان کے معانی اور ان کی تشریحات وتحقیقات محترم مولانا قاضی زین العابدین صاحبؒ کی قرآنی لغت قاموس القرآن سے نقل کئی گئی ہیں، پھر اس کے آخر میں زبان کے تنوع کے لحاظ سے تمام معربات کی تعداد بھی درج کردی ہے، جن میں سے گنتی کے چند الفاظ کے سوا سارے الفاظ کی زبان اسی اتقان سے ماخوذ ہے، باقی کچھ مستثنیٰ الفاظ کی زبان اسی طرح کی دوسری کتابوں سے اخذ کی گئی ہے اور اس جگہ قوسین میں (میم) کے ذریعہ اس کی طرف اشارہ کردیا ہے جو دراصل مرتب کا مخفف ہے جو تشریحات اتقان سے ماخوذ ہیں، اس کے لیے بریکٹ میں (ات) اور جو مصباح اللغات سے ماخوذ ہیں اس کے لے اسی طرح (مص) کا رمز استعمال کیا گیا ہے جو اسی مصباح کا مختصر ہے۔

جدول

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
۱	اباریق	فارسی	باکواب و اباریق	الواقعہ	۲۷	۱۸	لوٹے، واحد ابریق

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
۲	اب	مغربی	وفکهةً و ابًا	عبس	۳۰	۳۱	باپ، جمع آباء
۳-	ابلعی	حبشی، ہندی	یٰارض ابلعی	ہود	۱۲	۴۴	تو نگل جا، بلع سے واحد حاضر مونث (تو پی جا، ات)
۴	اخلد	عبرانی	اخلدهٗ	الہمزہ	۳۰	۳	وہ سدا رہا، اخلاد سے ماضی واحد مذکر غائب
۵	الارائک	حبشی	علی الارائک	المطففین	۳۰	۳۵	تخت، واحد اریکہ
۶	آزر	کلدانی (م)	لابیه ء ازر	الانعام	۷	۷۴	حضرت ابراہیم کے باپ یا چچا کا نام
۷	اسباط	عبرانی (م)	اسباطا اُممًا	الاعراف	۹	۱۶۰	قبیلے، واحد سبط
۸	استبرق	عجمی	خضرٌ و استبرق	الانسان	۲۹	۲۱	دیبا، موٹا ریشمی کپڑا
۹	اسفار	سریانی	یحملُ اسفارا	الجمعہ	۲۸	۵	کتابیں، واحد سِفر جس کے معنی پردہ اٹھانا ہیں، اسی مناسبت سے اس کتاب کو جو حقائق کے چہرہ سے پردہ اٹھائے سفر کہتے ہیں
۱۰	اصری	نبطی	علی ذالکم اصری	آل عمران	۳	۸۱	میرا بھاری بوجھ، تکلیف شاقہ (عہد، ات)
۱۱	اکواب	نبطی	باکواب و اباریق	الواقعہ	۲۷	۱۸	آب خورے، (گھڑے، ات) واحد کوب

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
۱۲	الّ	نبطی	الاّ ولا ذمّةً	التوبہ	۱۰	۱۰	عہد، قرابت
۱۳	الیم	زنجی	عذابٌ الیم	آل عمران	۴	۱۸۸	دردناک، الم سے صفت مشبہ واحد مذکر
۱۴	انـهٗ	مغربی	غیر نظرین انه	الاحزاب	۲۲	۵۳	اس کا پکنا، باب ضرب سے مصدر، (کھانے وغیرہ سے متعلق)
۱۵	اوّاه	حبشی	لاوّاهٌ حلیمٌ	التوبہ	۱۱	۱۱۴	نرم دل، آہ وزاری کرنے والا، اوہ سے مبالغہ واحد
۱۶	اوّاب	حبشی	اوّابٍ حفیظ	ق	۲۶	۳۲	توبہ کرنے والا، بہت رجوع کرنے والا، اوب سے مبالغہ واحد (تسبیح خواں، ات)
۱۷	الاولیٰ	نبطی	نکال الاخرة و الاولیٰ	النازعات	۳۰	۲۵	پہلی، جمع اُوَل
۱۸	بطآئنها	نبطی	بطآئنها من استبرق	الرحمٰن	۲۷	۵۴	اس کے استر، واحد بطانہ (اس کے ظاہر، ات)
۱۹	بعیر	عبرانی	نزداد کیل بعیر	یوسف	۱۳	۶۵	اونٹ، اسم جنس ہے، واحد وجمع اور مذکر ومونث پر بولا جاتا ہے (گدھا، ہر وہ جانور جس پر لدائی

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
							کی جائے، ات)
۳۰	بیع	فارسی	صوامعُ و بیعٌ	الحج	۱۷	۴۰	عیسائیوں کے عبادت خانے، واحد بیعہ
۳۱	تنّور	فارسی	وفار التّنّور	ہود	۱۱-۱۲	۴۰	نان پکانے کا چولھا
۳۲	تتبیرا	نبطی	ولیتبّروا ما علوا تتبیرا	الاسراء	۱۵	۸	ہلاک کرنا، ویران کرنا، باب تفعیل سے مصدر
۳۳	تحت	نبطی	تحتک سریاً	مریم	۱۶	۲۴	نیچے (اسم ظرف مکان) (پیٹ، ات)
۳۴	الجبت	حبشی	یؤمنون بالجبت	النساء	۱۵	۵۱	بت، جادو، کاہن، اصل میں جبت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ تعالی کو چھوڑ کر بندگی اور عبادت کی جائے خواہ وہ پتھر ہو یا جن یا شیطان یا کوئی آدمی (کشاف)
۳۵	جھنم	عجمی	ثم جعلنا له جھنم	الاسراء	۱۵	۱۸	دوزخ، دوزخ کا ایک طبقہ
۳۶	حرم	حبشی	اولم نمکن لھم حرما	القصص	۲۰	۵۷	پناہ کی جگہ، مکہ مکرمہ کا وہ علاقہ جس کی حدود میں اللہ تعالی نے بعض چیزیں حرام فرمادی ہیں

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
۲۷	حصب	زنجی	حصبُ جھنّم	الانبیاء	۱۷	۹۸	ایندھن
۲۸	حطّۃ	عبرانی (م)	وقولوا حطّۃ	البقرہ	۱	۵۸	اے اللہ! ہمارے گناہ ہم سے دور کردے، ہم بخشش مانگتے ہیں، ماخوذ ہے حطّ سے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اوپر سے گرانا (درست بات کہو، ات)
۲۹	حواریّون	نبطی	قال الحواریّون	الصف	۲۸	۱۴	مخلص، ساتھی، دھوبی، واحد حواری
۳۰	حُوب	حبشی	انه کان حوبا کبیرا	النساء	۴	۲	گناہ، وبال
۳۱	درست	عبرانی	ولیقولوا درست	الانعام	۷	۱۰۵	تونے پڑھا (تو شریک درس ہوا، ات) دراسۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر
۳۲	دُرّی	حبشی	کأنھا کوکب درّیّ	النور	۱۸	۳۵	درخشندہ، تابندہ، چمکنے والا (منسوب بہ دُرّ (موتی) کی طرف) جمع دراری

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
۳۳	دینار	فارسی	ومنهم من ان تأمنه بدينار	آل عمران	۳	۷۵	ایک سونے کا سکہ جو تقریباً دو روپیہ آٹھ آنہ کے مساوی ہے، جمع دنانیر
۳۴	راعنا	عبرانی (م)	واسمع غير مسمع وراعنا	النساء	۵	۴۶	ہماری رعایت کر (یہود کی زبان میں ایک گالی ہے، ات) مراعات سے امر واحد مذکر حاضر
۳۵	ربّانيّون	عبرانی (س)	والرّبّانيّون والأحبار	المائدہ	۶	۴۴	درویش، علماء، اللہ والے واحد ربانی، رب کی طرف منسوب ہے
۳۶	ربّيّون	سریانی	ربّيّون كثير	آل عمران	۴	۱۴۶	درویش لوگ، اللہ والے، واحد ربی
۳۷	الرّحمن	عبرانی	الرّحمن	الرحمن	۲۷	۱	بڑا مہربان، رحمۃ سے مبالغہ
۳۸	الرّسّ	عجمی	وأصحب الرّسّ	الفرقان	۱۹	۳۸	ایک کنوئیں کا نام جس کے محل وقوع میں مختلف اقوال منقول ہیں
۳۹	الرّقيم	رومی	أنّ أصحب الكهف والرّقيم	الكهف	۱۵	۹	نوشتہ، کتبہ، ایک شہر کا نام
۴۰	رمزا	عبرانی	الّا رمزا	آل عمران	۳	۴۱	ہاتھ یا سر یا آنکھ سے

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
							اشارہ، جمع رموز
۴۱	رهوا	سریانی	واترك البحر رهوا	الدخان	۲۵	۲۴	ساکن، تھما ہوا
۴۲	الرّوم	عجمی	غلبت الرّوم	الروم	۲۱	۲	رومی لوگ، باشندگان روم، واحد رومی
۴۳	زنجبيل	فارسی	كان مزاجها زنجبيلا	الانسان	۲۹	۱۷	سونٹھ، جنت کے ایک چشمے کا نام
۴۴	السّجلّ	فارسی	كطيّ السّجلّ للكتب	الانبياء	۱۷	۱۰۴	طومار، قبالہ، محضر، نوشتہ، فرشتہ، امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ سجل ایک پتھر کو کہتے تھے جس پر لکھا جاتا تھا، پھر ہر اس چیز کو جس پر لکھا جائے سجل کہا جانے لگا
۴۵	سجّيل	فارسی	بحجارة من سجّيل	الفيل	۳۰	۴	کھنگر
۴۶	سجّين	غیر عربی	كلّا انّ كتب الفجّار لفي سجّين	المطففين	۳۰	۸	ایک مقام کا نام جس میں کفار و فجار کے اعمال نامے ہیں، جہنم کی ایک وادی کا نام (مص)
۴۷	سرادق	فارسی	احاط بهم سرادقها	الكهف	۱۵	۲۹	سراپردہ، شامیانہ، خیمہ، جو الیقی کہتے ہیں

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
							کہ یہ فارسی کے سرادر (مقلوب درسرا) کا معرب ہے
۴۸	سری	سریانی ن-ی	قد جعل ربک تحتک سریا	مریم	۱۶	۲۴	جاری چشمہ، بزرگ و سردار، جمع اسریہ (بہ معنی اول) اور سراۃ (بہ معنی ثانی) (نہر، ات)
۴۹	سفرہ	نبطی	بایدی سفرۃ	عبس	۳۰	۱۵	لکھنے والے، واحد سافر (پڑھنے والے، ات)
۵۰	سقر	عجمی	ساصلیہ سقر	المدثر	۲۹	۲۶	دوزخ کا نام، ماخوذ ہے سقر سے جس کے معنی ہیں جھلس دینا
۵۱	سجدا	سریانی	وادخلوا الباب سجدا	الاعراف	۹	۱۶۱	سجدہ کرنے والا (سر ڈھانکنے چھپانے والا، ات) واحد ساجد
۵۲	سکرا	حبشی	تتخذون منہ سکرا	النحل	۱۴	۶۷	(سرکہ، ات) نشہ کی چیز، شراب، نیند، کھانا بہ قدر ضرورت کھانا جمع اسکار
۵۳	سلسبیل	عجمی	عینا فیھا تسمی سلسبیلا	الانسان	۲۹	۱۸	صاف جاری پانی، جنت کے ایک چشمے کا نام
۵۴	سنا	غیر واضح	یکاد سنا برقہ	النور	۱۸	۴۳	روشن، بجلی کی کوند
۵۵	سندس	فارسی	ویلبسون ثیابا خضرا من سندس	الکہف	۱۵	۳۱	باریک کپڑا، ریشمی باریک دیبا
۵۶	سیدھا	قبطی	والفیا سیدھا	یوسف	۱۲	۲۵	اپنے سردار، پیشوا، جمع سادہ
۵۷	سینین	حبشی	وطور سینین	التین	۳۰	۲	سینا پہاڑ کا دوسرا نام (اچھا، ات)
۵۸	سیناء	نبطی	وشجرۃ تخرج من طور سیناء	المومنین	۱۸	۲۰	کوہ طور، ملک شام میں ایک پہاڑ ہے جو جدہ سے مصر جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے، اسی پہاڑ پر حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام اور نبوت سے سرفراز ہوگئے (اچھا، ات)
۵۹	شطرا	حبشی	فول وجہک شطر المسجد الحرام	البقرہ	۲	۱۴۹	طرف، سمت، جانب
۶۰	شہر	سریانی	فمن شہد منکم الشہر	البقرہ	۲	۱۸۵	مہینہ جمع شہور

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح و تحقیق
۶۱	الصراط	رومی	اهدنا الصراط المستقيم	الفاتحہ	۳۰	۵	راہ، راستہ جمع صُرُط
۶۲	صُرْهُنَّ	نبطی	فصرهن اليك	البقرہ	۳	۲۶۰	ان کو ہلالے، ان کو آواز دے، ان کو بلا، صور سے امر واحد مذکر حاضر
۶۳	صلوات	عبرانی	و بيع و صلوات	الحج	۱۷	۴۰	نمازیں، رحمتیں، یہود کی عبادت گاہیں واحد صلوٰۃ
۶۴	طٰه	حبشی	طه	طٰہٰ	۱۶	۱	حروف مقطعات میں سے ہے (اے محمد، ات)
۶۵	الطّاغوت	حبشی	يؤمنون بالجبت و الطّاغوت	النساء	۵	۵۱	شیطان، سرکش، بت، معبود باطل ہر وہ چیز جس کی خدا کے حکم کے برخلاف اطاعت و بندگی کی جائے جمع طواغیت (کاہن، ات)
۶۶	طفقا	رومی	و طفقا يخصفان عليهما	الاعراف	۸	۲۲	ان دونوں نے شروع کیا، طفوق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب (ارادہ کیا، ات)
۶۷	طوبى	حبشی	طوبى لهم	الرعد	۱۳	۲۹	جنت کی لذت و خوشی، جنت کا ایک درخت (جنت کا نام، ات)

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح و تحقیق
۶۸	طُور	سریانی	وطُور سينين	التين	۳۰	۲	پہاڑ، یہ وہی پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو نبوت ملی (م)
۶۹	طُوًى	عبرانی	انك بالواد المقدس طوى	طٰہٰ	۱۶	۱۲	طور سینا کی وادی کا نام جہاں حضرت موسیٰؑ کو رسالت ملی، اس کو وادی مقدس اور وادی ایمن بھی فرمایا گیا ہے (مرد، ات)
۷۰	عبّدت	نبطی	ان عبّدت بني اسرائيل	الشعراء	۱۹	۲۲	تو نے غلام بنایا (تو نے قتل کیا، ات) تعبید سے واحد مذکر حاضر
۷۱	عدن	سریانی	جنّتُ عدنٍ يدخلونها	النحل	۱۴	۳۱	(جنات عدن، انگوروں کا باغ، ات) ہمیشہ رہنے کی جنتیں، عدن باب ضرب سے مصدر ہے، بہ معنی مقیم ہونا
۷۲	العرِم	حبشی	فارسلنا عليهم سيل العرم	السبا	۲۲	۱۶	وہ وادیاں جہاں پانی جمع ہوتا اور بہتا ہو، ات (م)
۷۳	غسّاق	ترکی	فليذوقوه	صٓ	۲۳	۵۷	ٹھنڈا، بدبودار (ات)

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح و تحقیق
			حمیمٌ و غسّاق				دوزخیوں کے زخموں کی پیپ، کچ لہو اور ان کی آنکھوں کی ناپاک و بدبودار رطوبات، ایک سیاہ رنگ کی نفرت انگیز و وحشت خیز اور نہایت بدبودار پینے کی چیز جو دوزخیوں کو پانی کے بجائے پلائی جائے گی، (ق)
۷۴	غیض	حبشی	غیض الماءُ	ہود	۱۲	۴۴	خشک کیا گیا، غیض سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب (گھٹایا گیا، ات)
۷۵	فردوس	رومی	کانت لھم جنّٰتُ الفردَوس	الکہف	۱۶	۱۰۷	جنت کا سب سے اعلا درجہ (باغ، ات)
۷۶	فوم	عبرانی	من بقلھا و قثائھا و فومھا	البقرہ	۱	۶۱	لہسن، گیہوں، جمع فومات
۷۷	قراطیس	غیر عربی	تجعلونہ قراطیس	الانعام	۷	۹۱	کاغذات، واحد قرطاس
۷۸	قسط	رومی	شھداء بالقسط	المائدہ	۶	۸	انصاف، عدل، حصہ جو انصاف کے ساتھ دیا جائے

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح و تحقیق
۷۹	قسطاس	رومی	وزنوا بالقسطاس المستقیم	الاسراء	۱۵	۳۵	ترازو، میزان (عدل، ات)
۸۰	قسورۃ	حبشی	فرّت من قسورۃ	المدثر	۲۹	۵۱	شور و غل، شیر، تیر انداز، شکاری لوگ
۸۱	قطّنا	نبطی	عجّل لنا قطّنا قبل یوم الحساب	صٓ	۲۳	۱۶	ہماری چٹھی، اعمال نامہ، حصہ
۸۲	قُفل	فارسی	ام علی قلوب اقفالھا	محمد	۲۶	۲۴	تالا، جمع اقفال، یہی جمع اقفال قرآن میں استعمال کی گئی ہے (م)
۸۳	قُمّل	عبرانی	فارسلنا علیھم الطوفان و الجراد و القمّل	الاعراف	۹	۱۳۳	چیچڑیاں واحد قملہ
۸۴	قنطار	ر-س	من ان تامنہ بقنطار	آل عمران	۳	۷۵	سونے کا تودہ (رومی میں بارہ ہزار اوقیہ، سریانی میں بیل کی کھال کے برابر سونا یا چاندی، بہ زبان بربر ایک ہزار مثقال، بہ زبان اہل افریقہ آٹھ ہزار مثقال، ات)
۸۵	القیّوم	سریانی	ھو الحیّ القیّوم	البقرہ	۳	۲۵۵	پایندہ، نگراں، محافظ،

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
							تھامنے والا (اللہ تعالیٰ کا اسم صفت) قیام سے مبالغہ (وہ ذات گرامی جو نہ سوئے، ات)
۸۶	کافور	فارسی	کان مزاجها کافوراً	الانسان	۲۹	۵	جنت کے ایک چشمے کا نام جو ٹھنڈا، خوش بودار مفرح اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے کافور کے نام سے موسوم ہوا
۸۷	کفّر	نبطی	کفّر عنّا سیّئاتنا	آل عمران	۴	۱۹۳	تو دور کر، مٹا دے، تکفیر سے امر واحد مذکر حاضر
۸۸	کفلین	حبشی	یؤتکم کفلین من رحمته	الحدید	۲۷	۲۸	دو حصے، کفل کا تثنیہ بحالت نصبی، کفل اس حصہ اور نصیب کو کہتے ہیں جو کافی ہو
۸۹	کنز	فارسی	لولا انزل علیه کنزٌ	ہود	۱۲	۱۲	خزانہ جمع کنوز، یہ اصل میں مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اکٹھا کر کے اوپر تلے رکھنا
۹۰	کوّرت	فارسی	اذا الشمس کوّرت	التکویر	۳۰	۱	اس کو لپیٹا گیا، تکویر سے ماضی مجہول واحد مونث غائب

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
۹۱	لینة	عبرانی	ما قطعتم من لّینة	الحشر	۲۸	۵	کھجور کا نرم و نازک پودا
۹۲	مُتّکا	حبشی	واعتدت لهنّ متّکاً	یوسف	۱۲	۳۱	تکیہ لگانے کی جگہ، مسند، اتکا سے اسم ظرف (لیمو، لیمو کا درخت، ات)
۹۳	مجوس	اعجمی	والنّصرٰی والمجوس	الحج	۱۷	۱۷	مجوسی، آتش پرست، یہ فارس کا قدیم مذہبی فرقہ ہے جو دو خداؤں کو مانتا ہے، یزداں اور اہرمن، یزداں کو خالق خیر قرار دیتا ہے اور اہرمن کو خالق شر
۹۴	مَرجان	اعجمی	یخرُجُ منهما اللُّؤلُؤ والمرجان	الرحمٰن	۲۷	۲۲	مونگا
۹۵	مسک	فارسی	ختمه مسک	المطففین	۳۰	۲۶	مشک
۹۶	مشکاة	حبشی	کمشکوة فیها مصباح	النور	۱۸	۳۵	طاق چراغ رکھنے کا
۹۷	مَقَالِیدُ	فارسی	له مقالید السّموات والارض	الزمر	۲۴	۶۳	کنجیاں، خزانے، گھیرنے والی چیز، واحد مقلد

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
۹۸	مرقوم	عبرانی	کتٰبٌ مرقومٌ	المطففین	۳۰	۲۰	درج کیا ہوا، لکھا ہوا، رقم سے اسم مفعول
۹۹	مُزجاۃ	عجمی	ببضاعۃ مُزجاۃ	یوسف	۱۳	۸۷	تھوڑی، ناقص، بے اعتبار، ازجاء سے اسم مفعول واحد مؤنث
۱۰۰	ملکوت	نبطی	ملکوت السمٰوات و الارض	الانعام	۷	۷۵	عظیم الشان سلطنت، مصدر برائے مبالغہ، ملکوت کا لفظ اللہ تعالیٰ کی سلطنت کے لیے مخصوص ہے
۱۰۱	مناص	نبطی	ولات حین مناص	ص	۲۳	۳	مخلصی، چھٹکارا، نوص سے مصدر میمی
۱۰۲	منساۃ	حبشی	تاکل منسأتہ	السبا	۲۲	۱۴	عصا، چھڑی نسأ (ڈانٹا، ہانکنا) سے اسم آلہ
۱۰۳	منفطر	حبشی	السماء منفطرٌ بہ	المزمل	۲۹	۱۸	پھٹ جانے والا، انفطار سے اسم فاعل واحد مذکر
۱۰۴	مہل	مغربی	یغاثوا بماء کالمہل	الکہف	۱۵	۲۹	روغن زیتون کی تلچھٹ، پیپ
۱۰۵	ناشئۃ	حبشی	ان ناشئۃ اللیل	المزمل	۲۹	۶	رات کا اٹھنا، رات کی عبادت، فاعلۃ کے وزن پر مصدر

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح وتحقیق
۱۰۶	ن	فارسی	ن	القلم	۲۹	۱	حروف مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے
۱۰۷	ھدنا	عبرانی	انا ھدنا الیک	الاعراف	۹	۱۵۶	ہم نے رجوع کیا (ہم نے توبہ کی، ات) (بصلہ الیٰ) ہود سے ماضی جمع متکلم
۱۰۸	ھُود	اعجمی	الا بُعداً لعادٍ قوم ھُود	ہود	۱۲	۶۰	یہودی لوگ (ہائد کی جمع)
۱۰۹	ھوْن	س-ع	یمشون علی الارض ھوْنا	الفرقان	۱۹	۶۳	آہستگی، وقار، بردباری
۱۱۰	ھیت لک	ق-س	وقالت ھیت لک	یوسف	۱۲	۲۳	تو آجا، جلدی کر، حیثیت اسم فعل ہے اور لک بیان مخاطب کے لیے اضافہ ہے
۱۱۱	وراء	ن-غ	واللہ من ورآئہم محیطٌ	البروج	۳۰	۲۰	آگے پیچھے، سوائے (اسم ظرف، لغات اضداد میں سے ہے)
۱۱۲	وردۃ	ن-غ	فکانت وردۃ کالدھان	الرحمٰن	۲۷	۳۷	گلابی، گلاب کا پھول، ورد اسم جنس
۱۱۳	وزر	ن-غ	کلا لا وزر	القیامۃ	۲۹	۱	جائے پناہ

نمبر شمار	الفاظ	زبان	آیات	سورتوں کے نام	پارہ نمبر	آیت نمبر	معنی اور مختصر تشریح و تحقیق
۱۱۴	یاقُوت	ف	کَأَنَّهُنَّ الْیَاقُوتُ وَ الْمَرْجَانُ	الرحمٰن	۲۷	۵۸	ایک قیمتی جوہر کا نام، جمع یواقیت
۱۱۵	یحور	ح	اِنَّهٗ ظَنَّ اَن لَّن یَّحُوْر	الانشقاق	۳۰	۱۴	(لن یحور) وہ ہرگز نہیں پھرے گا حور سے مضارع واحد مذکر غائب
۱۱۶	یٰسٓ	ح	یٰس	یٰسٓ	۲۲	۱	حروف مقطعات میں سے ہے
۱۱۷	یصدُّون	ح	اِذَا قَوْمُکَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ	الزخرف	۲۵	۵۷	وہ شور کرتے ہیں، صدید سے مضارع جمع مذکر غائب
۱۱۸	یُصْهَرُ	مغربی	یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ	الحج	۱۷	۲۰	پگھلایا جائے گا، صہر سے مضارع واحد مذکر غائب مجہول
۱۱۹	الیَمّ	سریانی	فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ	طٰہٰ	۱۶	۷۸	سمندر، دریا، گہرا پانی، منجھدار
۱۲۰	الیَهُوْد	عجمی	وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی	البقرہ	۱	۱۱۳	یہودی لوگ، ایک گروہ جو خود کو حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے، واحد یہودی

جدول

زبان اور تعداد الفاظ

نمبر شمار	زبان	تعداد	نمبر شمار	زبان	تعداد	نمبر شمار	زبان	تعداد
۱	حبشی، زنجی	۲۸	۶	عجمی، عجمی	۱۱	۱۱	کلدانی	۱
۲	فارسی	۱۷	۷	اہل روم، رومی	۷	۱۲	ترکی	۱
۳	عبرانی، عربی	۱۶	۸	اہل مغرب، مغربی	۴	۱۳	غیر واضح	۱
۴	نبطی	۱۶	۹	قبطی	۴			
۵	سُریانی	۱۱	۱۰	غیر عربی	۳	کل		۱۲۰

✡ ✡✡ ✡
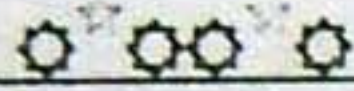
فارم IV

دیکھو رول نمبر ۸

معارف پریس، اعظم گڈھ

نام مقام اشاعت: دارالمصنفین اعظم گڈھ   پتہ: دارالمصنفین اعظم گڈھ

نوعیت اشاعت: ماہانہ   نام پبلیشر: ضیاء الدین اصلاحی

نام پرنٹر: ضیاء الدین اصلاحی   اڈیٹر: ضیاء الدین اصلاحی

قومیت: ہندوستانی   قومیت: ہندوستانی

نام و پتہ مالک رسالہ: دارالمصنفین

میں ضیاء الدین اصلاحی تصدیق کرتا ہوں کہ جو معلومات اوپر دی گئی ہیں، وہ میرے علم و یقین میں صحیح ہیں۔

ضیاء الدین اصلاحی

اودھ اخبار اور غالب کے ایک شاگرد میاں داد خاں سیاح: ۱۸۶۰ء

از:- پروفیسر اکبر حیدری ☆

منشی نول کشور (۱۸۳۶ء-۱۸۹۵ء) کے حالات کے لیے راقم حروف کا مقالہ ''اردو کے محسن عظیم منشی نول کشور اور اودھ اخبار'' مطبوعہ ''نیا دور'' لکھنؤ ''منشی نول کشور نمبر'' بابت نومبر و دسمبر ۱۹۸۰ء (صفحہ ۲۰ تا ۲۸) دیکھا جا سکتا ہے، یہاں ہم ''نئی دریافتوں'' کے ساتھ ''اودھ اخبار'' کے بارے میں مختصر الفاظ میں مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

منشی صاحب ابتدا میں منشی سکھ رام (متوفی ۱۸۹۰ء) کے مشہور اخبار کوہ نور (۱) لاہور (سال اجرا ۱۸۵۰ء) کی ادارت سے وابستہ تھے، کوہ نور کی ملازمت سے دست بردار ہونے کے بعد وہ لکھنؤ آئے، یہاں نومبر ۱۸۵۸ء میں اپنا پریس ''مطبع اودھ اخبار'' کے نام سے قایم کیا، پھر اگلے سال ۱۸۵۹ء میں ہفتہ وار ''اودھ اخبار'' جاری کیا، گارساں دتاسی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> ''یہ اخبار پچھلے سات سال سے نہایت کامیابی کے ساتھ نکل رہا ہے، اس کی ہر اشاعت پہلی اشاعتوں سے بہتر نظر آتی ہے، اس کی تقطیع اور صفحات کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے، یہ اخبار ہفتہ وار ہے اور ہر چار شنبہ کو شایع ہوتا ہے، شروع شروع میں اس میں صرف چار صفحے ہوا کرتے تھے اور وہ بھی چھوٹی تقطیع پر، پھر چھ ہوئے اور پھر سولہ اور اب اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہوتا ہے، پہلے کے مقابلے پر اس کی تقطیع بھی بڑی ہو گئی ہے، میرے خیال میں اس سے زیادہ صحیح اخبار ہندوستان بھر میں اور کوئی نہیں ہے''۔(۲)

☆ ہمدانیہ کالونی، بہمنہ، سری نگر-۱۸۔

۲ر دسمبر ۱۸۶۷ء کے خطبے میں دتاسی مزید کہتے ہیں:

> ''اردو کے سب اخباروں میں ''اودھ اخبار'' بہترین خیال کیا جاتا ہے، اس کی ہر اشاعت چوبیس صفحوں پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر صفحے میں دو کالم ہوتے ہیں، کان پور سے اس کا ضمیمہ شروع ہوتا ہے، جس کا نام ''کان پور گزٹ'' ہے لیکن جب سے لکھنؤ اور کان پور کے درمیان ریل بن گئی ہے، اس وقت سے ''کان پور گزٹ'' کی اشاعت موقوف کر دی گئی، اس لیے کہ اب خود اودھ اخبار بہ آسانی کان پور پہنچ جاتا ہے''۔(۳)

دتاسی ایک اور خطبے میں ۷ر دسمبر ۱۸۶۷ء کو لکھتے ہیں:

> ''اودھ اخبار میں جو اب دس سال سے نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے، بعض اوقات تصاویر اور اردو کی اعلا پایہ کی غزلیں شایع ہوتی ہیں، غزلوں کے علاوہ مخمس اور قصیدے بھی ہوتے ہیں، حال ہی میں فرحت کی ایک نظم شایع ہوئی تھی جس میں ہندوستان کے مناظر کا بیان تھا، موصوف آج کل کے اچھے انشا پردازوں میں شمار کیے جاتے ہیں، آپ نے پریم ساگر کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے جو لکھنؤ میں طبع ہوا ہے، اودھ اخبار کی ایک تازہ اشاعت میں علی گڑھ کی سائنٹفک سوسائٹی کے رسالے سے ایک مضمون نقل کیا گیا ہے جس کا موضوع ہندوستانی مصنفین اور ان کی تصانیف ہے''۔(۴)

اختر الدولہ سید محمد اشرف لکھنوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اودھ اخبار روزانہ چھ ورق پر مشتمل ہوتا تھا، اس کے مالک منشی نول کشور، سکریٹری لالہ جالپا پرشاد، پرنٹر منشی شیو پرشاد......''۔(۵)

اودھ اخبار کے سال اجرا یعنی ۱۸۵۹ء کا کوئی شمارہ کوشش بسیار کے باوجود مجھے نہیں مل سکا تا کہ اس کی تقطیع یا صفحات وغیرہ کا صحیح اندازہ ہو جاتا، سال اول سے قطع نظر مجھے جنوری ۱۸۶۰ء سے ۱۸۷۵ء تک کے اکثر و بیشتر شمارے دست یاب ہوئے، بہت سے پرچے لکھنؤ کے صدیق بک ڈپو امین آباد کے مالک سے خریدے گئے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ راقم حروف نے گزشتہ زمانے کے متعدد اخبار مختلف کتاب خانوں میں دیکھے ہیں جو سوا سو اور ڈیڑھ سو سال

پرانے ہیں، ان تمام اخباروں میں اودھ اخبار ہی ایک ایسا بے مثال پرچہ تھا جس کے اوراق میں اردو ادبیات کا ایک اچھا خاصا خزانہ پوشیدہ ہے، منشی نول کشور خود بھی اردو فارسی کے عالم اور ممتاز صحافی تھے، اودھ اخبار کے فروغ کے لیے اچھے اچھے اور لائق مدیروں کا انتخاب کیا کرتے تھے جو پرچے میری نظر سے گزرے ہیں ان کی عنان ادارت منشی شیو پرشاد، غلام محمد تپش شاگرد غالب، رونق علی اور مولانا محمد ہادی اشک کے ہاتھوں میں تھی، ان شماروں میں مرزا غالبؔ، مرزا ہرگوپال تفتہ، شیفتہ، انیسؔ، دبیر، سرسید، ضیاء الدین نیر درخشاں، حالیؔ، یوسف علی خان عزیز شاگرد غالبؔ، امیر لکھنوی، سید رجب علی خان ارسطو جاہ، واجد علی شاہ، نواب محسن الدولہ، میر آغا تلمیذ صبا مرحوم، جواہر سنگھ جوہر شاگرد مرزا غالبؔ، راجہ سید محمد یوسف علی خان عزیزؔ لکھنوی اور کشمیر وغیرہ کے حالات اور شعرا کا کلام شایع ہوتا تھا، منشی نول کشور اردو کے دلدادہ تھے، انہوں نے اودھ اخبار کے ذریعہ اردو کے عروج و ترقی کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں، ۱۲ر جولائی ۱۸۶۹ء کے اودھ اخبار میں ایک مضمون اردو کی حمایت میں شایع ہوا، جس میں مخالفوں کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا ہے، مضمون میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ اردو ہی وہ زبان ہے جو ہندوستان بھر میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، اس ضمن میں اردو کو ایک ایسے دریا سے تشبیہ دی جس میں ندیاں (سنسکرت، عربی، فارسی اور ترکی) آ آ کر شامل ہوتی ہیں، موصوف نے یہ بات زور دے کر کہی کہ اردو کے رسم خط کی بجائے دیوناگری رسم خط اختیار کرنے کا صرف یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف تحریر کا طریقہ بدل گیا بلکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ ایک مکمل اور وسیع زبان کو ترک کر کے، ایک کم مایہ اور ناقص زبان کو اختیار کر رہے ہیں، ہندی کو اردو پر فوقیت دینے سے جو اور دوسری خرابیاں پیدا ہوں گی اس کی بھی اودھ اخبار میں وضاحت کی گئی ہے، اب رہا سوال رسم خط کا تو اس باب میں بھی اردو رسم خط کو ترجیح حاصل ہے، اس لیے کہ اس کے ذریعہ سے سنسکرت کے ان تمام الفاظ کا پوری طرح اظہار کیا جا سکتا ہے جو ہندی میں مستعمل ہیں، سنسکرت میں تالو سے ادا ہونے والے حروف کو [illegible] سے ادا کیا جا سکتا ہے، اگر ثانی الذکر کو سنی حروف (DENTAL) میں ضم کر دیا جائے، مضمون نگار نے اس کی بھی وضاحت کی کہ ہندوستانی زبان کا خزانہ مالا مال ہے، حالاں کہ ہندوستان کی دوسری زبانیں بالکل بے مایہ ہیں، مضمون ذیل کے الفاظ پر ختم ہوتا ہے۔

"ہمیں اپنی زبان کی حفاظت کے لیے کوشش کرنی چاہیے، اس لیے کہ اس کے ساتھ ہماری ملی زندگی وابستہ ہے"۔

مضمون نگار نے اس سلسلے میں برطانوی حکومت پر سخت حملے کیے ہیں جس نے اہل ہند کو مطبع کی آزادی دے رکھی ہے، موصوف کا خیال ہے کہ اردو کے خلاف جو تحریک اٹھی ہے اس کی ذمہ داری حکومت پر عاید ہوتی ہے، حکومت چاہتی ہے کہ ہندوستان کی مشترکہ زبان کو فنا کر دے تا کہ اہل ہند پھر کبھی ۱۸۵۷ء کی شورش کی طرح یکجہتی کے ساتھ کوئی کام نہ کر سکیں ۔

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد　　ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

جس طرح منشی نول کشور ایک نڈر، بے باک اور حق گو صحافی تھے اسی طرح اودھ اخبار میں اردو کی حمایت میں ہمیشہ حق گوئی اور بے باکی کا مظاہرا کرتے تھے ایک اور جگہ "زبان اردو" کے مضمون میں لکھتے ہیں:

> "اودھ کے واسطے عدالتوں میں اردو کا رواج انصافاً درست ہے اور اس کا جایز ہونا چند خوبیوں سے جو آگے بیان کی جاتی ہیں مبرہن ہے، اگرچہ زبان ناگری میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن چند قباحتیں ایسے ہیں جو بہ نسبت اردو کے زیادہ تر مضر ہیں، اردو زبان سے اگر بہ نظر تامل و تعمق دیکھا جائے تو بہت سی ایسی خوبیاں ظاہر ہوں گی کہ عقل خردہ بیں اس کو پسند کرلے، اردو زبان کو اگرچہ تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ جاری ہوئی لیکن ہندوستان میں اس کا اس قدر رواج ہے کہ دوسری زبان کا نہ ہوگا۔
>
> فرض کیا جائے کہ اردو کچہری سے موقوف کر کے اس کی جگہ ناگری جاری کی جائے تو صرف ناگری خوانوں سے کام نہیں چلے گا جب تک کہ اس کے اصول یعنی سنسکرت کو اچھی طرح حاصل نہ کریں اور ایسے لوگوں کا میسر آنا فی الحال بہت دشوار ہے جو سنسکرت سے بہ خوبی آگاہ ہوں اور اگر سنسکرت خواں ملیں گے تو عدالت کے کام سے محض ناواقف ہوں گے، اگر وہ ناواقف لوگ عدالت میں مقرر کیے جائیں تو بلا سمجھے بوجھے مقدمات فیصل کرنے میں سراسر ظلم ہے، پس مناسب ہے کہ رعایا کی توجہ جس علم کی طرف زیادہ ہو، دفتر میں وہی علم جاری رکھنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ

ایک رئیس خواہ اہل اسلام ہو یا اہل ہنود سب کو فارسی اور اودھ کی طرف رغبت ہے، چنانچہ ان کے لڑکے قابل تعلیم کرنے کے ہوئے یعنی جیسے پانچ چھ برس کو پہنچے ویسے ہی ان کو فارسی پڑھانا شروع کر دیتے ہیں، حالاں کہ نہ اب دفتر فارسی رہا اور نہ اس کی قدر ہے، باعث یہ ہے کہ وہ فارسی اردو وغیرہ کو اپنا علم خاص تصور کرتے ہیں اور اردو کی کثرت رواج سے سنسکرت اور ناگری ایسی محو ہوگئی ہے کہ دیہات اور قصبات میں بھی اردو جاری ہے اور ایسی زبان بولتے ہیں جن میں اکثر الفاظ عربی اور فارسی کے شامل ہوتے ہیں، ہر نوع ناگری دفتر میں بہ نسبت اردو کے زیادہ لوگوں کو دقت ہوگی۔

ناگری میں ایک یہ نہایت فایدہ ہے کہ لفظ صحیح جس طرح لکھا ہوتا ہے ویسا ہی بولا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہی نقصان ہے کہ اس کے لکھنے میں دیر بہت ہوتی ہے اور کاغذ کی جگہ کو بہت گھیرتا ہے اور چوں کہ اس کا لکھنا پڑھنا بہت جلد آتا ہے اس لیے لوگوں کو اس سے بڑا فایدہ ہوتا ہے کہ وہ چٹھی وغیرہ آپس میں لکھ پڑھ کر اپنا کام چلاتے ہیں اور آسانی کے باعث سے جو لوگوں نے ہندی یا کایستھی نکالی ہے، اگرچہ بہت جلد آجاتی ہے لیکن پڑھنے میں نہیں آتی، یہ نہایت اعلا درجے کی برائی ہے اور ناگری میں جو دیکھا جاتا ہے تو یہ دونوں وصف موجود ہیں، باوجودیکہ اس وصف کے بہ موجب وجوہات مذکورہ بالا کے دفتر یا عدالت کے قابل نہیں ہے"۔

اودھ اخبار کی فایلوں (۱۸۶۰ء - ۱۸۷۵ء) سے واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہندوستان کے طول و عرض میں اخباروں کا جال بچھا ہوا تھا، اخباروں کی اتنی کثرت اس بات کی نمایاں دلیل ہے کہ لوگوں میں کس قدر اخبار بینی کا شوق اجاگر تھا، جن اخباروں کے حوالے اودھ اخبار میں ملتے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

کوہ نور لاہور، پنجابی اخبار، سرکاری اخبار لاہور، وکٹوریہ اخبار سیالکوٹ، اخبار عالم لاہور، خیر خواہ پنجاب (سیالکوٹ)، احسن الاخبار، آئینۂ ہند، آفتاب عالمتاب، مفرح القلوب، ماہ پرتو، برق خاطف، اکمل الاخبار دہلی، نجم الاخبار، نور الابصار، بحر الاخبار، صبح صادق، اخبار عالم میرٹھ، کشف الاخبار لارنس گزٹ، مفصلیٹ گزٹ آگرہ، شعلۂ طور، آب حیات ہند، کارنامہ لکھنؤ،

نور الانوار کان پور، آفاق الانوار کان پور، شمس الاخبار، گنج شائگان، قاسم الاخبار، عمدۃ الاخبار، مظہر الاخبار، ریاض الاخبار (مدراس) سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ، تہذیب الاخلاق، آئینۂ علم، اردو اخبار آگرہ، دبدبۂ سکندری، علی گڑھ گزٹ، غالب الاخبار، اردو گائیڈ، رنبیل کھنڈ اخبار، نور نظر، احسان الاخبار، صحایف الاخبار، منظور الاخبار، نجم الاخبار، مفید الانام، اخبار حیدری، مجمع البحرین لدھیانہ، سلطان الاخبار۔

ان تمام اخباروں میں اودھ اخبار سرفہرست تھا، اسے ممتاز علما، شعرا اور ادبا پڑھا کرتے تھے، اخبار مرزا غالب کے پاس بھی جایا کرتا تھا، وہ بڑے مزے سے پڑھا کرتے تھے اور اس کی تعریف میں رطب اللسان رہا کرتے تھے، انہوں نے اودھ اخبار ۱۸۶۱ء میں منگوانا شروع کیا تھا، اگرچہ منشی نول کشور غالب کے نام مفت بھیجتے تھے تاہم غالب سال بھر کے ٹکٹ (۴۸) اخبار کی ترسیل کے لیے بھیجا کرتے تھے، ایک خط میں نواب علاء الدین علائی کے نام لکھتے ہیں:

"تین جگہ کا روزینہ دار ہوں، ساڑھے باسٹھ روپے یعنی ۷۵۰ سال سرکار سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال رام پور سے اور چوبیس ان مہاراج (منشی نول کشور) سے، توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینے میں چار بار اخبار مجھ کو بھیجتے ہیں قیمت نہیں لیتے مگر اڑتالیس ٹکٹ میں مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں"۔(۶)

اودھ اخبار کے اتنے شمارے میری نظر سے گزرے ہیں کہ کہ اگر ان کا انتخاب شایع کیا جائے تو ایک بڑی ضخیم کتاب مرتب کی جا سکتی ہے، سردست غالب کے ایک شاگرد میاں داد خان سیاح کے بارے میں جو نئی چیزیں دریافت ہوئیں، وہ بیان کی جائیں، اس وقت ۵؍ جنوری ۱۸۶۰ء سے ۲۵؍ دسمبر تک کی مکمل جلد میرے پیش نظر ہے، اس میں ۴۸ شمارے ہیں، تفصیلات اس طرح ہیں:

جلد ۲، اودھ اخبار، سایز ۱۸x۲۹ سم، ہفتہ وار، کل صفحات ۱۶، دو کالمی، فی کالم میں ۱۵ سطریں ہیں، کاغذ بہت عمدہ اور مضبوط، سرورق پر گول دایرہ ہے، اس کے بیچ میں "اودھ اخبار ۱۸۶۰ء" نمایاں ہے۔

دایرے کے اردگرد دو شعر ہیں، دوسرے شعر کے آخری مجموعے سے اخبار کے سال اجرا

کی تاریخ نکلتی ہے ؎

ہنرمندوں کا آویزۂ گوش — کہ یہ اخبار گوہر بار نکلا
ہوئی دل کو جو فکر سال تاریخ — کیا دل کش اودھ اخبار نکلا

۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء)

اخبار ہفتے میں چار شنبہ کو شایع ہوتا تھا، ہر شمارے کے آخر میں ذیل کی عبارت چھپتی تھی:

''مطبع نول کشور مکان مہاراجہ مان سنگھ میں کارپردازان مطبع کے اہتمام سے چھپا''۔

میاں داد خان کے حالات نہیں مل رہے ہیں جو مالک رام صاحب نے تلامذۂ غالب میں لکھے ہیں وہ یہ ہیں:

''ان کے والد منشی عبداللہ خان کا اورنگ آباد کے امیر لوگوں میں شمار تھا، اس لیے سیاح کا بچپن نہایت عیش و عشرت اور آرام و آسایش میں بسر ہوا لیکن جب یہ سن رشد کو پہنچے تو سب جایداد ٹھکانے لگ چکی تھی، یار باش اور زندہ دل آدمی تھے، مزاج میں نہایت نفاست تھی، خوش لباس ایسے کہ کپڑے دلی میں سلواتے، عطر کا شوق اس درجہ کہ جس گلی کوچے سے نکل جاتے وہ مہک اٹھتا اور لوگ محض فضا کی خوش بو سے کہہ دیتے تھے کہ سیاح اس طرف سے گزرے ہیں۔

فارسی زبان بے تکان بولتے تھے، طبیعت میں تیزی اور بذلہ سنجی اور ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جہاں جاتے لوگوں سے بے تکلف دوستی پیدا کر لیتے، اپنے اہتمام سے مشاعرے کرتے، پڑھنے کا انداز بھی بہت دل کش تھا، انہیں باتوں سے لوگوں کو ان پر انگریزوں کا جاسوس ہونے کا شبہ ہوا، آخر کار یہی روشنی طبع بلائے جان ثابت ہوئی، ۱۸۷۸ء میں ان پر جعلی سکے بنانے کا مقدمہ قایم ہوا، یہ ماخوذ ہو کر قید کر دیے گئے۔

واقعہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ چوں کہ اچھے خطاط اور فن مصوری میں ماہر تھے، اس لیے انہیں قلب سازی سے دل چسپی پیدا ہوگئی، تاکہ ۱۸۷۸ء میں یہ

بمبئی سے حیدرآباد گئے، ریل کے اسٹیشن سے ٹکٹ خریدا اور سو روپے کا نوٹ بھنایا، ان کے بعد جو دوسرا مسافر آیا اس نے بھی ٹکٹ کے لیے سو ہی کا نوٹ پیش کیا اور اس دوسرے نوٹ کا نمبر بھی وہی تھا جو سیاح کے نوٹ کا تھا، فوراً تفتیش شروع ہوئی اور آخر کار سیاح حیدرآباد سے پکڑے آئے، مقدمہ چلا اور چودہ سال قید کی سزا ہوگئی لیکن خوش قسمتی سے پوری مدت قید خانے میں نہیں رہے، قید خانے کا منتظم ایک پارسی تھا، اس نے قید کے ایام ہی میں اپنے لڑکوں کی تعلیم ان کے سپرد کر دی، پھر جب ۱۸۸۷ء میں ملکۂ وکٹوریہ کی جوبلی کا دربار ہوا تو ان سے قصیدہ لکھوا کر اپنی سفارش کے ساتھ اوپر بھیج دیا جس سے سزا میں تخفیف ہوگئی اور یہ قبل از وقت رہا ہوگئے۔

شروع میں تخلص عشاق تھا، جب غالب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اسے بدل کر سیاح کر دیا، چوں کہ انہوں نے ہندوستان کے طول و عرض بلکہ عرب و عجم میں بہت سفر کیے تھے اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا، اس لیے یہ تخلص ان پر خوب صادق آتا تھا، غالب نے انہیں سیف الحق کا خطاب بھی دیا تھا اور اپنی مشہور اردو کتاب ''لطائف غیبی'' ان ہی کے نام سے چھاپی تھی۔

سیاح نے تقریباً ۸۵ برس کی عمر میں ۱۹۰۷ء میں وفات پائی، وہیں محلہ ''بڑے خان کا چکلہ'' میں جو خواجہ دیوان صاحب یعنی سید جمال الدین کی خانقاہ میں مدفون ہیں۔

وہ غالب کے محبوب شاگردوں میں تھے، اردوے معلی میں متعدد خطوط ان کے نام موجود ہیں، غالب سے تلمذ کا اعتراف یوں کرتے ہیں ؎

ہے تلمذ اسد اللہ سے ہم کو سیاح — شاعروں میں ہو نہ کیوں فخر مدارا اپنا

دیوان اگرچہ مرتب کر لیا تھا لیکن اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی''۔(۷)

عرصہ ہوا کہ ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی کی مرتب کردہ کتاب ''میاں داد خان سیاح اور ان کا کلام'' مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس، حیدرآباد دکن ۱۹۵۷ء میری نظر سے گزری تھی، یہ کتاب ۹۶ صفحات

پر مشتمل ہے، اب بہت کم یاب ہورہی ہے، مرتب نے کتابیات میں ۳۵ کتابوں کا ذکر کیا ہے، فہرست میں ۱۸۶۰ء کا اودھ اخبار بالکل غایب ہے، مدنی صاحب نے ۸۳ غزلیں سیاح کی ردیف وار (ص ۴۵ تا ص ۷۸) درج کی ہیں، صفحہ ۸۱ سے ۸۸ تک غالب کے خطوط سیاح کے نام ضمیمے کے طور پر شامل کیے ہیں، جناب قاضی عبدالودود صاحب مرحوم کتاب کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں:

"سیاح اور نول کشور مالک اودھ اخبار لکھنؤ کے تعلقات دوستانہ تھے اور اس اخبار میں سیاح کی نظم ونثر اور ایسی چیزیں جن سے ان کا کسی قسم کا تعلق ہے گو وہ خود اس کے لکھنے والے نہ ہوں، شایع ہوا کرتی تھیں، اس کے کل قدیم مجلدات پیش نظر ہوں تو یقین ہے کہ ایسی نظم ونثر دست یاب ہو جو عام دست رس سے باہر ہے اور ایسے حالات کا پتہ چلے جو اب تک پردۂ اخفا میں ہیں، اس وقت ۱۸۷۳ء، ۱۸۷۵ء اور جنوری تا جون ۱۸۷۶ء کے مجلدات میرے سامنے ہیں، یہ ممکن ہے کہ ان مجلدات کے بعض شمارے غایب ہوں اور جو شمارے ہیں ان میں بعض نامکمل ہوں"۔

قاضی صاحب نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ آیا اودھ اخبار کے ان مجلدات سے ان کی نظر سے سیاح کی کوئی چیز گزری؟ اس بارے میں مرتب کتاب مدنی صاحب بھی خاموش ہیں۔

مثنوی ضیاے دکن از سیاح: سیاح کی اس مثنوی کا ذکر کسی نے نہیں کیا ہے، ادیب دہلوی شاگرد غالب نے محی الدین اشک کے اخبار آزاد میں اس پر ریویو لکھا تھا، جب یہ ریویو ریاض خیرآبادی کی نظر سے گزرا تو انہوں نے "ریاض الاخبار" (۸) نمبر ۲۵، جلد ۱۰ (ص ۳-۴) مطبوعہ یکم جولائی ۱۸۹۱ء میں اس پر تنقید لکھی، لکھتے ہیں:

"اس مثنوی پر آزاد میں ادیب دہلوی شاگرد غالب کا ریویو چھپا اور اس کے الفاظ پر سیاح کا خیال رجوع ہوا جس کی اشاعت ریاض الاخبار میں ہوئی، ہماری راے "سیاح" کے موافق نہ تھی، اس لیے ہم نے ان کو ٹوکا، ہمارے ذہن پر یہ امر تھا کہ ادیب دہلوی (۹) ذی لیاقت ہیں اور شاعر بھی اور ہماری راے میں زیادہ تر سخن فہم بھی، اس امر پر ضرور خیال کیا جاتا تھا کہ مثنوی عمدہ ہوگی، بے شک یہ قیاس کیا جاسکتا تھا کہ ریویو میں مبالغہ کیا گیا اور یہ امر ریویو کے خلاف

ہے لیکن مثنوی پر نظر ڈالے بغیر یہ مان لینا کہ ریویو میں مبالغہ ہے نامناسب امر تھا، دوسرے ممکن تھا کہ ریویو نگار کو اس حد تک مثنوی کے اشعار پسند آئے ہوں کہ وہ اپنی تعریف کو مبالغہ نہ سمجھا ہو۔

سیاح کے مضمون کی اشاعت کے بعد "محبوب القلوب" دکن کا خیال ادہر رجوع ہوا اور ساتھ ہی "جریدۂ روزگار" (مدراس) میں عجیب خلف ادیب کا مضمون اس مثنوی کے متعلق شایع ہوا، جس کی تعریف میں شاعرانہ قوت صرف کی گئی اور یہ دکھایا گیا "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" لیکن زیادہ کام کی بات اس تبصرہ میں یہ ہوئی کہ مثنوی کے چند اشعار بھی شایع کردیے گئے جس سے لکھنے والے کے قول کی تصدیق اور اشعار کا مرتبہ معلوم ہوسکے، ہم ان اشعار پر جہاں تک اپنی راے قایم کرسکے، اس کا نتیجہ بھی معلوم ہوا کہ ہم نے سیاح کے خلاف جو الفاظ لکھے ان کا حصہ واپس لیں۔

اب ذیل میں وہ اشعار درج کیے جاتے ہیں اور یہ دکھانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ کن اشعار میں بھرتی کے الفاظ ہیں اور کیا کیا باتیں ہیں، ہم اس مثنوی کو دکن کے اچھے شاعر کی ایک معمولی مثنوی کہہ سکتے ہیں اور جناب ادیب و عجیب کی نسبت ہمارا یہ خیال ہے کہ انہوں نے کسی خاص وجہ سے تعریف میں مبالغہ کیا یا دراصل ان کی طبیعت نے مثنوی کو اس حد تک پسند کیا، اشعار یہ

صارت کہاں جب ہے فرقت تری فقط دیکھنے کی ہیں آنکھیں تری

دیوان کی تعریف

ہوا اور دلچسپ روشن رفیع سخن کے بھی دل سے زیادہ وسیع
بتادے فلک بھی جو پوچھو پتا کہ ہے وہ مکاں آسماں جاہ کا

اعلیٰ حضور نظام دکن کی تعریف

عجب تخت حامل کا عظیم ایشاں زمیں کو بھی ہے دعوی آسماں
مزین ہوا ان پہ تاج و نگیں جہاں آفریں نے کہا آفریں
کہاں ایسا دست سخاوت دراز کہیں دست در آستیں حرص و آز

تلوار کی تعریف

اصالت میں یکتا یہی تیغ ہے — کماں گی کماں تیغ کی تیغ ہے
یہ دم کس کسی نے سنا ہے بھلا — کہ قبضے میں مل جاتا ہے پیپلا
کرے سر دتن کو جگر جگر کو کباب — اسی پھل میں یکجا ہیں ناز اور ناز
اسے لڑتے بھڑتے زمانے ہوئے
ہیں سب اس کے لوہے کو مانے ہوئے''

ریاض الاخبار صفحہ ۴ مطبوعہ جلد ۱۰، نمبر ۲۴، مورخہ ۲۴ رجون ۱۸۹۱ء میں لکھا ہے کہ:

''محبوب القلوب نے سیاح کی ایک بات کا غصے سے جواب دیا ہے، واقعی بات تھی بھی غصے کی، سیاح صاحب کی شامت آئی، دکن میں اس اخبار کے ہوتے ہوئے انہوں نے لکھ مارا کہ حیدرآباد کے سرزمین پر شاعر نہیں ہوتے، اس کو یہ سننے کی کہاں تاب، فوراً جواب دیا کہ شاعر نہیں، شاعروں کے باوا آدم ہوتے ہیں اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ فن شعر کے استادی کے لیے سیاح صاحب کے کان کے ساتھ آشنائی لازمی بات ہے، آخر والی بات کا مطلب ہم بھی نہیں سمجھے، خدا کرے سیاح صاحب سمجھ جائیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ سیاح صاحب آیندہ دکن کی شاعری کو نہ چھیڑیں گے''۔

ذیل میں اودھ اخبار کے مختلف پرچوں سے سیاح کے بارے میں نئے معلومات درج کیے جاتے ہیں:

۱- اودھ اخبار صفحہ ۳۷۶ مورخہ ۶ رجون ۶۰...ء

''میاں داد خان صاحب''

''یہ صاحب بڑے خاندانی روسائے اورنگ آباد دکن سے ہیں، بپاس سیاحت سورت، بمبئی، دکن، ایران، دبو شہر و بلاد عربستان و افغانستان سیر کرتے ہوئے پنجاب میں آئے تھے، بہت دنوں تشریف رکھنے کے بعد میرٹھ اور دہلی کو ملاحظہ کرتے ہوئے آگرہ میں تشریف لائے، وہاں سے فتح گڑھ اور کان پور ہوتے ہوئے

لکھنؤ میں رونق افروز ہوئے ہیں اور بذریعہ نامہ مہربان دوستان لالہ شیو نارائن صاحب مہتمم صحیفہ مفید خلایق آگرہ خاکسار کو اس ہفتے میں دوبارہ ملاقات سے بہرہ مند کیا، ابھی زیادہ حالات سے راقم کو آگاہی نہیں مگر ایسے جہاں دیدہ کم تر دیکھے گئے، انشاء اللہ ہفتۂ آیندہ میں کچھ عجایب و غرایب روے زمین ان کے ملاحظے میں آئے ہوں گے، لکھے جائیں گے''۔

۲- ۱۳رجون ۱۸۶۰ء، صفحہ ۳۹۲۔

''راقم صحیفہ اخبار نے بہ اتفاق میاں داد خان صاحب سیاح - صاحب حسین آباد (۱۰) کا امام باڑہ دیکھا، حقیقت تو یہ ہے کہ جیسا کروفر کا سامان عہد واجد علی شاہ میں تھا کبھی نہ ہوگا، کس واسطے کہ لاکھوں روپے کا اسباب ایام غدر میں غارت ہوگیا مگر فی الجملہ شرف الدولہ غلام رضا صاحب (۱۱) نے ظاہر میں تو اچھا سامان طیار کیا ہے مگر یہ سب رنگ و روغن دیرپا نہیں بلکہ چند روزہ ہے، اگر سال بہ سال اس کا اہتمام ہو تو رونق رہے گی مگر جیسا عوام الناس کو خیال ہے کہ زر کثیر صرف ہوگا، وہ بات نہیں، منشا مہتمم کا یہی ہے کہ تھوڑے سے صرف میں بہت رونق نظر آئے، کہتے ہیں کہ امسال عشرۂ محرم میں اچھی تیاری ہوگی''۔

۳- اودھ اخبار مطبوعہ ۲۷رجون ۱۸۶۰ء

''عجائب روزگار''

''آگے ہم نے میاں داد خان صاحب سیاح کا حال درج پرچہ اخبار کر کے لکھا تھا کہ جو حالات عجیب و غریب دیار و امصار کے سیاح موصوف سے معلوم ہوں گے، آیندہ سیر ناظرین کے لیے لکھے جائیں گے، اب بہ موجب وعدہ جو کچھ زبان، خان موصوف کے سنا گیا نوک ریز عجایب رقم ہوتا ہے۔

ملک دکن میں قصبہ انگولے سے (جہاں نظام سار ویس کی چھاونی ہے) تیس کوس جانب جنوب قصبہ لونار و بھکر مشہور ہے، قصبہ لونار سے میل بھر کے فاصلے پر ایک تالاب قدرتی بے ساختہ اس طرح کا واقعہ ہے کہ روئے زمین پر اس کا نظیر

نہ ہوگا، ہم اس کے صفات مع نقشہ و ہیئت بیان کرتے ہیں جس کے سننے سے دیکھنے کا لطف حاصل ہو، یعنی تالاب مذکور مدور ہے، گرد اس کے برابر متوسط پہاڑ ملے ہوئے تالاب کے اندر جانے کا رستہ ۳۲ میل اور دور اس کا ۸۷ میل سے کم نہ ہوگا، دو رستے نیچے اترنے کے نہایت خوف ناک مثل پل صراط ہیں، کسی سواری کا وہاں گزر نہیں، سیاح لوگ سیر کو وہاں چلے تو جاتے ہیں مگر پھرتے وقت بہت تکلیف اٹھاتے ہیں، سیر بھول جاتے ہیں، دوبارہ جانے کا حوصلہ باقی نہیں رہتا اور اندر گرداگرد تالاب کے ایک ایسی دہشت ناک جھاڑی ہے کہ بہ جز درندے جانوروں کے اس میں انسان کا گزر محال ہے، درخت وہاں سینڈھی اور رام بیل اور بیر و ببول اور ڈھاک اور ساکھو اور بھلادیں کے کثرت سے ہیں، جھاڑی میں جہاں جہاں کچھ خالی ہے، اس میں ہر قسم کی ترکاری پیدا ہوتی ہے اور وہاں کی سینڈھی میں کمال نشہ ہوتا ہے، اگر کوئی وہاں جا کر پیے تو اوپر آنا غیر ممکن اور خاص تالاب کے پانی میں بجی کھار، جو کھارو یا لکھارو وغیرہ کئی کھار قدرت ایزدی سے پیدا ہوتے ہیں، پانی آج متعفن ہے کہ اگر کنارے تک جائے دماغ پریشان ہو، تالاب کے راستے کی طرف ایک درگاہ پیر محبوب کی اور اس کے کنارے پر ایک شوالہ بھوانی کا ہے، تالاب کے اوپر ایک راہ میں پتھر کا گاؤ مکھ بنا ہے، اس میں بارہ مہینے تیس دن آٹھ پہر پانی کی دھار گرا کرتی ہے، وہ جگہ برہمنوں کے تیرتھ کی ہے، سال میں ایک بار وہاں میلا ہوتا ہے، سیر کرنے والے بڑے مزے اڑاتے ہیں جس کی جورو، بہو، بیٹی کو چاہیں اٹھا کر اس دھار کے نیچے لے جائیں، خوب اپنے حوصلے نکال کر پھر لائیں، ان کے ماں، باپ، خاوند سب آنکھوں سے دیکھتے ہیں، کچھ برا نہیں مانتے بلکہ باعث عزت و ثواب جانتے ہیں، اس کی دھار کا پانی تالاب تک نہیں پہنچتا، درگاہ کے قریب غایب ہو جاتا ہے۔

نقشہ (۱۲) مذکورہ بالا دوسرے صفحہ پر بہت بڑا نقشہ ہے، ایک طرف قبرستان ہے، ایک طرف پہاڑ، غرض کہ نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں سیاح

رہتے تھے، وہ رستم کے ہفت خواں سے کم نہ تھے"۔

اودھ اخبار میں سیاح کی متعدد غزلیں چھپی ہیں، ان میں سے ایک شعر بھی ڈاکٹر مدنی کی کتاب "میاں داد خان سیاح اور ان کا کلام" میں نہیں ملتا ہے، مالک رام صاحب نے تلامذۂ غالب میں سیاح کے صرف ۱۲ اشعار نقل کیے ہیں، ان میں بھی اودھ اخبار کا کوئی شعر نہیں ملتا ہے، ذیل میں سیاح کا مزید کلام درج کیا جاتا ہے ؎

۱- اودھ اخبار، جلد ۲، نمبر ۲۸، مطبوعہ ۱۱ر جولائی ۱۸۶۰ء، صفحہ ۴۴۹۔

غزل

"میاں داد خان صاحب سیاح کہ سابق میں عاشق تخلص کرتے تھے مگر جب بہ تمنائے اختیار تلمذ جناب مرزا اسد اللہ خان صاحب داخل دہلی ہوئے، سیاح تخلص فرمایا"۔ (اودھ اخبار)

نہیں ملتا دلا ہم کو نشاں تک — مکاں ڈھونڈ آئے اس کا لامکاں تک
بنا ہر موئے تن خار مغیلاں — ستایا جوش وحشت نے یہاں تک
ہمارے جان کے پیچھے پڑا ہے — دل ناداں کو سمجھائیں کہاں تک
رواں شب کو ہوا کیا ناقۂ روح — نظر آئی نہ گرد کارواں تک
زمیں پر زلزلہ آیا تو پہنچا — مرے نالوں کا غوغا آسماں تک
ملے ہے دل کو ذوق بوسہ لب — مزا ہے ورنہ ہر شے کا زباں تک
جلایا شمع ساں اس شعلہ رو نے — گئے گھل سوز غم سے استخواں تک

جہاں کی سیر کی سیاح ہم نے
نہ پہنچے پر سخن کے قدرداں تک

۲- اودھ اخبار، جلد ۲، نمبر ۲۹، مورخہ ۱۸ر جولائی ۱۸۶۰ء، صفحہ ۴۶۰۔

"میاں داد خان صاحب سیاح، خان صاحب نے ملک صورت کی طرح عالم معنی کی بھی سیر کی ہے، دیکھیے کیا تلاش بلند سے غزل تازہ لکھی ہے"۔

عبث کعبے کو جاتا ہے خدا نزدیک ہے دل سے — تو کیا ناداں ہے زاہد، فایدہ تحصیل حاصل سے

قفس میں سیر گلشن کی اگر مانگے دعا دل سے صدائے خندۂ گل آئے فریاد عنادل سے

گنہگاروں کی نکلیں گی نہ جب تک حسرتیں دل سے قدم بوس آ کے سر ہوگا نہ جب تک اپنے قاتل سے

دعا اب یہ نکلتی ہے دہانِ زخم بسمل سے نہ چھوٹے داغ خوں تا حشر یارب تیغ قاتل سے

لگی ہے آگ تختے گور کے ہیں پھینک دے سارے کفن جل جل کے خاکستر ہوا ہے شورش دل سے

یہ خنجر گلا رکھا ہے خود شوق شہادت میں بھلا کس منہ سے مانگیں خوں بہا ہم اپنے قاتل سے

دعا حلق بریدہ سے یہ دوں گر سر جدا ہوئے ہزاروں ایسے ہوں کار نمایاں دست قاتل سے

نہ رکھیں گے قدم وحشت کے مارے غیر واں ہرگز نہ گڑ وائیں اٹھا کر لاش میری کوئے قاتل سے

جو دیکھا قبلہ رو بتخانہ سمجھے ہم یہ کعبہ ہے نہ بھولے بت پرستی میں بھی ہم یاد خدا دل سے

سروہی خوں میں ڈوبی گھاٹ تک قاتل کے مقتل میں بہی ندی لہر کی یہ دہانِ زخم بسمل سے

سر اپنا سنگ در سے ہم نے بھی اے کوہکن چھوڑا مزا چکھا یہ الفت کر کے ایک شیریں شمائل سے

بجائے گرد آتا ہے نظر اک نور کا بکا گھٹا ٹوپ اٹھ گیا ہے آج کس لیلیٰ کے محمل سے

اجل غوطے کھلاتی ہے مجھے اس بحر میں جس جا کمند موج آفت ہے خجل خاشاک ساحل سے

نہ کیوں کر فکر غالب ہو مری بزم سخنداں میں تلمذ شاعری میں ہے مجھے استاد کامل سے

قدم سیاحؔ رکھے جوش وحشت سے جو صحرا میں
وحوش و طیر آئیں رقص میں شور سلاسل سے

۳-اودھ اخبار، جلد ۲، نمبر ۴۵، مورخہ ۷/نومبر ۱۸۶۰ء، صفحہ ۷۲۰۔

"میاں داد خان صاحب سیاح باشندۂ اورنگ آباد دکن جو چار مہینے سے یہاں تشریف رکھتے ہیں، اس شہر کی خوب سیر کی اور اب ۸/نومبر کو واسطے سیاحت بنارس وعظیم آباد وغیرہ کے یہاں سے کوچ کریں گے، یہ غزل وقت رخصت رشتۂ نظم میں کھینچی، واسطے ملاحظہ ناظرین کے درج پرچہ اخبار ہوئی"۔ (اودھ اخبار)

بلبل نے پہلے گل سے کیا اختیار کوچ کرنے لگے چمن سے جو فصل بہار کوچ

آئینہ ساز دیکھ کے گیسوے یار کو ملک حلب سے کر گئے سوے تتار کوچ

ہم راہ لے کے جائیں گے بوتل شراب کی سوے عدم کریں گے جو ہم بادہ خوار کوچ

جنبش میں آسماں ہے، زمیں کانپنے لگی کس بے قرار کا ہے بسوزاں ہزار کوچ

ہے قیس نیم جاں ترے ناقے کے ساتھ ساتھ کی جو سمجھ کے لیلیٰ محمل سوار کوچ

رہتا نہیں ہے دور چمن ایک رنگ پر آخر خزاں تو کر گئی فصل بہار کوچ

جور و ستم بتوں کے اگر ہیں اسی طرح کرتا ہے آج کل ہی میں یہ جاں نثار کوچ

خانہ بدوش پھرتے ہیں جن کی تلاش میں ان کا پتا نہیں ہے کیے ہیں ہزار کوچ

جی بھر کے دوستوں سے گلے بھی نہ مل سکا کیا جلد قافلے نے کیا ایک بار کوچ

نے زاد ہے نہ راحلہ ہے نے کوئی رفیق کیوں کر کروں جہاں سے پروردگار کوچ

جا کر عدم میں بیٹھ رہوں گا میں چین سے دنیا میں رہ کے کون کرے بار بار کوچ

لازم ہے کچھ تو نام کی بھی اپنے پیروی اس کے لیے تو کرتے ہیں ہم بار بار کوچ

پابند ایک شہر میں ہرگز نہ ہو ولا دس بیس ہوں مقام تو دو تین چار کوچ

آئے تھے لکھنؤ میں بڑے اشتیاق سے دیکھا نہ کچھ تو ہم نے کیا اختیار کوچ

عاشق تو تین دن نہیں رہتا کسی جگہ
سیاحؔ لکھنؤ سے بھی کرتا ہے یار کوچ

۴-اودھ اخبار، مطبوعہ ۱۲/اپریل ۱۸۷۰ء مطابق ۱۰/محرم ۱۲۸۷ھ روز سہ شنبہ، جلد ۲، نمبر ۱۴، صفحہ ۳۵۶۔

"غزل طبع زاد منشی میاں داد خان صاحب سیاحؔ تخلص"۔

جس شخص کے پہلو میں نہ دل ہو نہ جگر ہو پھر کیا اسے تیرِ نگہ یار سے ڈر ہو

ملتا ہے بھلا کب دل گم گشتہ ہمارا جس کا کہیں کچھ ٹھور ٹھکانا ہو نہ گھر ہو

وہ آویں ویا مجھ کو بلا لیویں گھر اپنے اللہ مری آہ میں کچھ بھی تو اثر ہو

کیوں کر نہ مرے نالہ و فریاد و فغاں سے چکر ہیں فلک آئے جہاں زیر و زبر ہو

ناحق نہ ڈراؤ بس ہمیں آنکھیں دکھا کر ہاں قتل یہ تم شوق سے باندھو جو کمر ہو

طولِ شبِ فرقت کا گلہ کیجیے اس سے لو جان بھی حاضر ہے اگر مد نظر ہو

کیا لیتے ہو دل، یہ تو ہزاروں نے دیا ہے وہ کیجیے طلب ہم سے نہ جو حد بشر ہو

آیا ہے عجب طور کا یہ دور زمانہ　　جو عیب ہے دنیا میں وہ مشہور ہنر ہو
جا سیر کرو ملک عرب اور عجم کی
سیاح اگر اب کے تمھیں (۱۳) عزم سفر ہو

حوالے اور حواشی

(۱) اخبار کوہ نور، لاہور کا مشہور اخبار تھا جو منشی ہر سکھ رائے نے جنوری ۱۸۵۰ء میں جاری کیا تھا، اس کے متعدد شمارے (۱۸۵۶ء-۱۸۶۰ء) میری نظر سے گزرے ہیں، ان میں واجد علی شاہ کی معزولی اور سفر کلکتہ وغیرہ کے واقعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، اس کے حوالے میں نے "واجد علی شاہ کے خودنوشت حالات" میں دیے ہیں، کوہ نور کے ساتھ ممتاز لوگ وابستہ تھے جو بعد میں مشہور صحافی ہوگئے تھے۔ (۲) خطبات گارساں دتاسی، ص ۵۱۴، دسمبر ۱۸۶۶ء، اودھ اخبار کے پہلے اڈیٹر منشی شیو پرشاد تھے، وہ مطبع کے منیجر تھے، ان کے بارے میں منشی نول کشور ۸/جنوری ۱۸۶۲ء، جلد ۴، نمبر ۲، بہ روز چارشنبہ لکھتے ہیں:

"یہ شخص خاندانی باتوقیر ہے، لیاقت و سنجیدہ شعاری میں بے نظیر ہے، اس سے پہلے محرری اودھ اخبار پر مقرر تھے لیکن اپنی جبلی لیاقت اور کارگزاری سے مطبع کی خدمت سترگ پر ترقی کی، امید ہے کہ آیندہ اپنے نیک روشن اور حسن کاروانی سے خاطر خواہ مطبع کے کام میں مدد دیں گے"۔

(۳) خطبات گارساں دتاسی، ص ۶۱۸۔ (۴) ایضاً ص ۷۳۴۔ (۵) "اختر شاہنشاہی"، مطبوعہ جون ۱۸۸۸ء۔ (۶) خطوط غالب، ص ۳۵۵، مرتبہ مولوی مہیش پرشاد۔ (۷) تلامذۂ غالب، ص ۲۸۹ طبع ثانی۔

(۸) ریاض الاخبار، نادر و نایاب ہفتہ وار، علمی اور ادبی اخبار ہے جو مشہور شاعر ریاض خیرآبادی نے اکتوبر ۱۸۷۴ء میں خیرآباد (ضلع سیتاپور) میں مطبع "لمع رخشاں" سے جاری کیا تھا، لمع رخشاں تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۱ھ (مطابق ۱۸۷۴ء) نکلتے ہیں، راقم حروف کو ۱۸۷۷ء کے کچھ شمارے نظر سے گزرے ہیں، بعد ازاں ریاض خیرآباد کو خیرباد کہہ کے گورکھ پور چلے گئے، وہاں دوبارہ فروری ۱۸۸۲ء میں ریاض الاخبار جاری کیا، ۸/جولائی ۱۸۸۳ء کو ریاض نے ۱۶ چھوٹے صفحوں کا ایک اور اخبار گلدستہ کی صورت میں "فتنہ" کے نام نکالا، ۱۸۸۵ء میں فتنہ کے ساتھ "عطر فتنہ" شامل کیا، اس طرح یہ اخبار کئی سال تک "فتنہ وعطر فتنہ" کے نام سے چھپتا رہا، فتنہ بیچ میں بند رہا، پھر مئی ۱۹۰۳ء میں اس نے دوبارہ سر اٹھایا، ۱۹۰۵ء سے ریاض الاخبار ہفتے میں دو مرتبہ اور ماہوار آٹھ مرتبہ نکلنے لگا، تاریخ اشاعت اس طرح ہے، ۱، ۴، ۸، ۱۲، ۱۶، ۲۰، ۲۴،

۲۸، ۱۹۰۵ء سے ریاض الاخبار اور فتنہ کے اڈیٹر عبدالکریم حکیم برہم مقرر ہوگئے، ریاض منیجر تھے، یہ راقم کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ۱۸۸۲ سے ۱۸۹۱ء تک اور ۱۹۰۵ء کے پورے سال کے شمارے دست یاب ہوئے، ریاض الاخبار میں اتنا مواد ہے کہ اگر انتخاب کیا جائے، کئی کتابیں مرتب ہوسکتی ہیں، میں اس اخبار پر آج کل کام کر رہا ہوں۔ (۹) ادیب دہلوی، مولوی سیف الحق دہلوی ان باکمال شعرا میں تھے جن پر ایشیائی شاعری ہمیشہ ناز کرے گی، وہ مشہور عالم دین شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں تھے، شعر و سخن کا شوق بچپن سے طبیعت میں موجود تھا، ایک مشاعرے میں جہاں غالب بھی موجود تھے، ادیب نے یہ مطلع پڑھا ؂

لے جاؤ میرے سینے سے ناوک نکال کے　　پر دل نکل نہ آئے کہیں دیکھ بھال کے

مطلع سنتے ہی غالب نے اپنے پاس بلایا اور کہا ہمارے پاس آیا کرو، اس دن سے غالب کے شاگرد ہوئے، ادیب کو تاریخ گوئی میں خاص ملکہ تھا، ۴۵ سال کی عمر میں ۱۹۰۹ء میں انتقال کیا (مخزن، جلد ۱۷، نمبر ۳، ص ۸، جون ۱۹۰۹ء)۔ (۱۰) حسین آباد کا امام باڑہ، بادشاہ محمد علی نے ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں تعمیر کیا تھا، ناسخ نے تاریخ کہی ؂

تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی
بولے ملک ضریح قبول امام ہے

(۱۱) نواب شرف الدولہ، پہلے ہندو تھے، نام جگن ناتھ اگروال تھا، بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور غلام رضا خان اسلامی نام رکھا، داروغہ تعمیرات تھے، ۱۲۶۹ھ میں امام موسیٰ کاظم کا روضہ "کاظمین" لکھنؤ کے نام سے تعمیر کیا، ان کا انتقال ۱۲۷۸ھ (۶/ربیع الاول) میں ہوا، کاظمین میں دفن ہوئے، قبر پر یہ تاریخ درج ہے ؂

ناگاہ عقل طالب تاریخ سال فوت
از پیشگاہ ہاتف شیریں کلام شد

(۱۲) عکس نقشہ شامل مضمون ہے۔ (۱۳) پہلے "نہیں" چھپا تھا، بعد میں ۲۶/اپریل ۱۸۷۰ء (ص ۴۰۲) میں "تصحیح" کے تحت ذیل کی عبارت درج کی گئی ہے:

"اخبار نمبر ۱۵، مطبوعہ ۱۲/اپریل ۱۸۷۰ء میں جو ایک غزل طبع زاد منشی میاں داد خان صاحب سیاح تخلص کی درج ہوئی تھی، اس کے مقطع کے مصرعہ ثانی میں بجائے لفظ "تمہیں" کے غلطی سے "نہیں" لکھا گیا تھا، ناظرین اخبار اس مصرع کو صحیح تصور فرمادیں "سیاح اگر اب کی تمہیں عزم سفر ہو"۔

☆☆☆

اودھ اخبار ۱۸۶۰

نمبر ۲ | ۱۵ - جولائی ۱۸۶۰ء مطابق ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۷۶ ہجری روز چہار شنبہ | جلد ۲

اشتہار

اس اخبار کی قیمت بتفصیل ذیل ہے بشرح سالتمام

اشتہار

ایک کبوترا ولایتی عمر مین پنج نیلہ سبز و رنگ بدن پر

جا بجا سیاہ گلا سپید ایک پاؤن مین سم کے اوپر کچھ

بال سفید ...

انعام پاسکے گا فقط

شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی
کے سمینار کی روداد

شعبۂ عربی اے - ایم - یو - علی گڑھ کے زیر انتظام ۱۴ - ۱۵ / مارچ ۲۰۰۵ ، کو دو روزہ قومی سمینار بہ عنوان '' دوسری جنگ عظیم کے بعد عربی نثر کے جدید رجحانات '' منعقد ہوا ، جس میں ملک کی مختلف جامعات کے دانش وروں نے مختلف موضوعات پر اپنے قیمتی مقالات پیش فرمائے ۔

سمینار کے پہلے دن مقالات سیشن میں دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ کے مہتمم مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی ، سیفیل حیدر آباد کے ڈاکٹر اقبال حسین ندوی ، دہلی یونی ورسٹی کے ریٹائرڈ پروفیسر محمد سلیمان اشرف ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے پروفیسر زبیر احمد فاروقی ، خدا بخش لائبریری پٹنہ کے ڈاکٹر عتیق الرحمن ، بنارس ہندو یونی ورسٹی کے ریٹائرڈ پروفیسر بدر الدین الحافظ ، شعبۂ عربی اے - ایم - یو - کے ڈاکٹر ابو سفیان اصلاحی ، جامعہ ہمدرد دہلی کے ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے پروفیسر شفیق احمد ندوی ، ڈاکٹر عبد الماجد قاضی ، ڈاکٹر ایوب تاج الدین ، پٹنہ یونی ورسٹی کے ڈاکٹر سرور عالم ندوی ، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کے ڈاکٹر عبد الحمید فاضلی ، شعبۂ عربی کے ریٹائرڈ پروفیسر عبد الباری کے نام شامل ہیں ۔

دوسرے دن کے مقالات سیشن میں ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی ، پروفیسر محمود الحق ، پروفیسر محمد حسان خاں ندوی بھوپال ، ڈاکٹر عبید اللہ فہد ، پروفیسر محمد نعمان خان ندوی دہلی ، پروفیسر سید محمد اجتبا ندوی ، ڈاکٹر ولی حسین جعفری ، پروفیسر محمد راشد ندوی ، مولانا ضیاء الدین اصلاحی ، ڈاکٹر تسنیم کوثر ، ڈاکٹر حبیب اللہ خاں ، ڈاکٹر سید علیم اشرف ، پروفیسر اسلم اصلاحی ، ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی ، ڈاکٹر فیضان بیگ ، ڈاکٹر ثناء اللہ ندوی ، ڈاکٹر شبیر احمد ، ڈاکٹر محمد مظہر عالم ، ڈاکٹر عبد المنان ملا ، ڈاکٹر محمد یوسف ، ڈاکٹر حسنین اختر ، ڈاکٹر محمد سمیع اختر ، ڈاکٹر طارق جمیل کے علاوہ شعبۂ عربی کے ریسرچ اسکالرز محمد مسلم قاسمی ، احسان اللہ خاں اور ابوذر متین کے نام شامل ہیں ، جنہوں نے بلاد عربیہ کے مختلف علاقوں نیز ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں عربی نثر کے جدید رجحانات پر عمیق و بسیط مقالات پیش فرمائے ۔

جن حضرات نے مختلف اجلاس کو رونق صدارت بخشی ان میں پروفیسر محمد اجتبا ندوی، پروفیسر زبیر احمد فاروقی، پروفیسر محمد حسان ندوی، پروفیسر شفیق احمد ندوی، پروفیسر سلیمان اشرف، مولانا ضیاء الدین اصلاحی، پروفیسر محمد نعمان خاں اور پروفیسر محمد اسلم اصلاحی قابل ذکر ہیں جب کہ ڈاکٹر عبد الماجد قاضی، ڈاکٹر محمد فیضان بیگ، ڈاکٹر یوسف خاں، ڈاکٹر تسنیم کوثر، ڈاکٹر عبد الجبار، ڈاکٹر سرور عالم ندوی، ڈاکٹر ثناء اللہ ندوی اور ڈاکٹر سید علیم اشرف نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔

دوروزہ سمینار میں ہندوستان کے متعدد صوبوں اور مختلف جامعات سے آنے والے محققین و دانش وروں نے جن موضوعات پر اپنے قیمتی مقالات پیش فرمائے، ان میں دوسری جنگ عظیم کے بعد عرب ممالک میں نثریا ادب میں جو جدید رجحانات ابھر کر سامنے آئے ہیں ان کو واضح انداز میں پیش کیا، ان موضوعات میں مذہبی، لسانی، تہذیبی، فکری، ادبی، تنقیدی، صحافتی، مزاحمتی ادب، ادب اطفال، ڈرامہ، ناول نگاری، افسانہ نویسی مصر و شام، جزیرہ ہائے عرب، فلسطین، لیبیا، ترکی و ہندوستان کے عربی زبان کے جدید ادبا، صحافی، مفکرین و ناقدین کے جدید اسلوب کو مرکزی موضوع بنا کر اس سمت میں کی جانے والی انفرادی و اجتماعی کوششوں کا جائزہ لیا گیا، عربی ادب کی ہند و بیرون ہند کی قد آور شخصیات کے ادبی رجحانات پر بھی تفصیلی مقالات پیش کیے گئے۔

سمینار کے دوران عربی ادب کی معروف ترین شخصیت شوقی ضیف کے انتقال کی دل دوز اطلاع بھی موصول ہوئی، شوقی ضیف صاحب نے ۹۷ سال کی عمر میں ۱۱؍ مارچ ۲۰۰۵ء کو لیبیا میں انتقال کیا، اسی وجہ سے دوران سمینار ایک نشست شوقی ضیف کی تعزیت کے لیے مخصوص کی گئی، جس میں پروفیسر سید محمد اجتبا ندوی، پروفیسر سلیمان اشرف اور پروفیسر شفیق احمد ندوی نے مرحوم کے انتقال پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا اور ایک تعزیتی قرارداد پیش کر کے ان کے انتقال کو عربی زبان و ادب کا ناقابل تلافی نقصان بتایا گیا اور دعاے مغفرت کی گئی۔

یہ سمینار یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کے تحت چلنے والے خصوصی پروگرام ڈی-ایس-اے کے تیسری مرحلے کے تحت منعقد ہوا تھا، سمینار کے شرکا نے اس کی افادیت، اہمیت اور ضرورت پر اظہار خیال کرتے ہوئے صدر شعبۂ عربی کفیل احمد قاسمی کو اس کامیاب سمینار کے انعقاد پر مبارک باد پیش کی۔

(رپورٹ شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی)

اخبار علمیہ

۱۲؍ جنوری ۲۰۰۵ء کو ناسا کی جانب سے بوئنگ ڈیلٹا ۲ - بوسٹر راکٹ کے ذریعہ "ڈیپ امپیکٹ" نام کی ایک خلائی گاڑی روانہ کی گئی ہے، یہ دم دار ستارہ ٹمپل ا- کا تعاقب کر رہی ہے، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ زمین سے ۲۶ کروڑ ۸۰ لاکھ میل دور ہے، خلائی گاڑی کو وہاں تک پہنچنے کے لیے ۲۷ ہزار کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چھ مہینے کا عرصہ لگ سکتا ہے، یہ گاڑی ۳۷۲ کلوگرام وزنی ٹھوس تانبے سے بنا واشنگ مشین کے سائز کا امپیکٹر اپنے وجود سے الگ کرے گی جو ۲۴ گھنٹے بعد ایک گولے کے مانند ۲۳ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ٹمپل ا- کے مرکزہ سے متصادم ہوگا، اس تصادم سے بڑا خوف ناک دھماکہ ہوگا جس کی شدت سائنس دانوں کے اندازے کے مطابق ساڑھے چار ٹن کے ڈائنامیٹ پھٹنے کے برابر ہوگی اور اس دم دار ستارے میں فٹ بال کے میدان کے برابر گڈھا ہو جائے گا، جس کی گہرائی ۱۴ منزلہ عمارت کے بہ قدر ہوگی، ستارے کے خمیر کا ابھی تک کچھ اتا پتا نہیں ہے اس لیے ٹکراؤ کے بعد کی کیفیت و کمیت کے متعلق کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی، البتہ میری لینڈ یونی ورسٹی کے ڈاکٹر مائیکل اے ہرن نے خلائی گاڑی بھیجنے کا مقصد یہ بتایا ہے کہ اس کی سطح پر یخ اور اس میں موجود مختلف مادوں کی حقیقت سے آگاہ ہونا ہے، جس کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ یہ برف چٹان کی طرح ٹھوس کے بجائے بھربھرا ہے، اس لیے ٹکر کے وقت اس میں ۱۰۰ فٹ گہرا اور ۳۰۰ فٹ قطر کا گڈھا ہو جانے کا امکان ہے اور اگر یہ ستارہ ٹھوس برف جیسا ہوگا تو اس امپیکٹر میں ۳۰۰ فٹ اندر تک گھس جانے کی طاقت ہے تاہم اس صورت میں اس کے مرکز کی سطح پر چھوٹا گڈھا ہوگا، سائنس دانوں کے بہ قول اس ٹکراؤ سے نہ تو یہ دم دار ستارہ دو ٹکڑوں میں منقسم ہوگا اور نہ ہی اس کے مدار میں کوئی تغیر ہی ہوگا، کیوں کہ دم دار ستارہ کے سامنے اس امپیکٹر کی حیثیت کسی بڑے طیارے کے سامنے مچھر جیسی ہے، یہ دم دار ستارے جب زمین کے قریب سے گزرتے ہیں تو اہل زمین خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی یہ جنگلوں کو ختم کر کے کائناتی ملبہ خلا میں بکھیر دیتے ہیں اور کبھی زمین سے ٹکرا کر اس کی سطح پر مہیب گڈھے کر جاتے ہیں۔

قطر کے اخبار "الرایا" کی خبر کے مطابق مصری ڈاکٹر عبدالباسط محمد نے انسان کے پسینے کے غدود کا تجزیہ کر کے ایسی دوا ایجاد کی ہے جس کے قطرے سے بغیر آپریشن کے موتیابند کے مریضوں کی بینائی واپس آجاتی ہے، اس علاج میں وہ بہت حد تک کامیاب ہیں، سب سے خاص بات یہ ہے کہ اس سیال دوا کا کوئی مضر اثر نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں اس دوا کی ایجاد کی محرک سورۂ یوسف کی آیت ۸۴ ہے جس میں حضرت یوسفؑ کے فراق میں کثرتِ اشک باری کے سبب حضرت یعقوبؑ کی بینائی سے محرومی کا تذکرہ ہے اور آیت ۹۴ تا ۹۶ میں اس کا ذکر ہے کہ حضرت یوسفؑ کی قمیص جب حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈالی گئی تو ان کی بصارت عود کر آئی، تلاوت کے دوران ان آیات پر غور و خوض کے بعد مجھے خیال ہوا کہ حضرت یعقوبؑ کی بصارت عود کر آنے میں حضرت یوسفؑ کے کرتے کے پسینے کا عمل دخل ہوگا، چنانچہ میں نے پسینے کے غدود پر تحقیق شروع کی اور پہلے مرحلے میں جب خرگوش پر کیے گئے تجربے میں مثبت اور خوش آیند نتائج سامنے آئے تو پھر انسانی پسینے پر تجربہ کیا اور اس سے حاصل ہونے والے قطروں سے موتیابند کے ۲۵۰ مریضوں کو توقع سے زیادہ شفا ملی، سوئیزر لینڈ کی ایک دواساز کمپنی یہ نئی دوا تیار کر رہی ہے جس کا نام "قرآنی دوا" رکھا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کی نمایندہ تنظیم یونیسیف کے تعاون سے کرائی جانے والی سروے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ عراق کے سات سو اسکول امریکی و برطانوی بمباری کے نتیجے میں خاکستر ہوگئے ہیں اور تین ہزار اسکولوں میں امریکی جارحیت و تشدد کے واقعات پیش آئے، اساتذہ کے تربیتی مراکز اور بچوں کے ابتدائی مدارس سمیت ۲۰ ہزار تعلیمی اداروں کے اس جائزے کے مطابق جنگ کے بعد وہاں کے تعلیمی اداروں بالخصوص بچوں کے ابتدائی مکاتب کی صورت حال بے حد ابتر ہے، ان میں پینے کے پانی تک کا انتظام نہیں ہے اور موجودہ اسکولوں کی نصف تعداد معمولی طبی امداد سے بھی محروم ہے، چودہ ہزار میں گیارہ ہزار دو سو مدرسے کی حالت نہایت ابتر ہے، جنگی تباہ کاریوں اور اس سے پیدا شدہ مسایل کے سبب محض ایک سال میں طلبہ کی تعداد ۶،۳۰ ملین سے گھٹ کر ۴،۳ ملین رہ گئی ہے، یونیسیف کے نمایندہ "روجہ رائٹ" کے بیان کے مطابق اس صورت حال نے اسکولوں کی تعمیر نو اور باز آبادکاری کو ہی متاثر نہیں کیا ہے بلکہ موجودہ اسکولوں میں نظام تعلیم و تدریس کو بھی مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔

سائنس دانوں نے دعویٰ کیا ہے کہ مردوں کا دماغ عورتوں کے دماغ سے چار گنا زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے، انہوں نے اس کے ثبوت میں متعدد شواہد پیش کیے ہیں، ان کی تحقیق کے مطابق عورتوں کی بہ نسبت مردوں کے دماغی خلیے چار گنا زیادہ تیز رفتاری سے نسوں میں منتقل ہوتے ہیں جو اس بات کا سائنسی ثبوت ہے کہ مردوں کا دماغ عورتوں سے تیز کام کرتا ہے، اس سے اس امر کی تردید ہوجاتی ہے کہ مرد و عورت کی دماغی صلاحیت مساویانہ ہے، وہ اپنے مطالعہ و تحقیق کی بنا پر یہ بھی کہتے ہیں کہ عورتوں کو غصہ بہت جلد آتا ہے اور وہ مردوں سے زیادہ جذباتی ہوتی ہیں، سائنس دانوں کے مطابق مردوں کا دماغ اس لیے تیز کام کرتا ہے کہ ان کے دماغ کے اعصاب یا نسوں پر مائیلن کی پرت موٹی چڑھی ہوتی ہے، مائیلن ایک قسم کی چربی جیسی گاڑھی رطوبت ہے جو دماغی نسوں کو خارجی نقصان دہ اثر سے محفوظ رکھتی اور دماغ تک جلد از جلد پیغام پہنچانے کی صلاحیت میں معاون ہوتا ہے۔

عالمی درجہ حرارت میں کمی لانے کے لیے طے کیا گیا معاہدہ حال ہی میں نافذ العمل ہوگیا، گرین ہاؤس گیسوں کی کثرت اخراج پر قابو پانے کی زیادہ تر صنعتی ملکوں نے حمایت کی ہے، البتہ امریکہ اور آسٹریلیا نے معاشی و اقتصادی حیلہ جوئی کو بنیاد بنا کر معاہدے کی توثیق نہیں کی، اس معاہدہ پر دنیا کے ۵۵ فی صد ممالک کے دستخط ضروری تھے، روس کی شمولیت نے اس کورم کو پورا کردیا۔

زمینی جانوروں میں چمگادڑ کے وجود کے رازوں کے انکشاف کی توقع کی جارہی ہے، تازہ مطالعہ میں سائنس دانوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ زمین پر اس کا وجود ۵،۲ کروڑ برس قبل ہوا ہوگا، انہوں نے اس کی متعدد قسموں کا مطالعہ کیا ہے، ان کے متعلق شواہد اکٹھا کیے ہیں، پروفیسر مارکس اسپرنگر کا کہنا ہے کہ ابھی تک چمگادڑ کی متعدد قسموں کا نہ سائنس دانوں کو علم ہوا تھا اور نہ اس کے حیاتی عنصر کی کوئی تحقیق ہوئی تھی تاہم تازہ ترین مطالعہ میں رات میں نکلنے والے اس پرندہ کی حقیقت جاننے کی خاطر خواہ کوشش کی گئی ہے، سائنس دانوں نے کہا کہ چمگادڑ کی سالماتی (مالیکیولیائی بایو گرافی) تحقیق سے پتہ چل سکتا ہے کہ یہ کس طرح کے حالات میں وجود میں آئی ہوں گی اور ان کی متعدد قسموں میں باہم کس قسم کے روابط ہیں، اب تک کے مطالعہ میں یہ کہا جارہا ہے کہ وہ ۵،۲ کروڑ برس قبل شمالی امریکہ میں پیدا ہوئی ہوں گی۔

ک، ص، اصلاحی
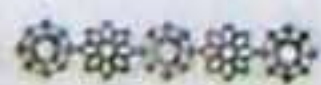
وفیات

جناب معین احسن جذبی

۱۳؍فروری ۲۰۰۵ء کو اردو کے معمر ادیب اور مشہور ترقی پسند شاعر جناب معین احسن جذبی نے داعی اجل کو لبیک کہا، وہ اعظم گڈھ کے مشہور صنعتی قصبہ مبارک پور کے مضافات میں ۲۱؍اگست ۱۹۱۲ء کو پیدا ہوئے اور علی گڑھ میں جابسے، یہاں ۱۹۴۱ء میں آئے، ۱۹۴۵ء میں مسلم یونی ورسٹی کے شعبہ اردو میں لکچرر ہوئے، اس سے قبل ''آج کل'' کی ادارت سے بھی منسلک رہے، ۱۹۷۴ء میں ریڈر کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔

جذبی صاحب نے نظم ونثر میں کئی کتابیں یادگار چھوڑیں، ''حالی کا سیاسی شعور'' کے نام سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا جو اردو کی اہم تنقیدی و تحقیقی کتاب ہے، آخر میں اپنے خودنوشت حالات لکھ رہے تھے مگر یہ کتاب نامکمل رہی، ان کے تین شعری مجموعے بھی شایع ہوئے، فروزاں، سخن مختصر اور گداز شب۔

مرحوم کا شمار صف اول کے ترقی پسند شعرا میں ہوتا ہے، وہ مخدوم، سردار جعفری اور مجاز کے ہم عصر تھے، ترقی پسند تحریک سے ان کا تعلق برابر رہا مگر ان کی شاعری اس کی عام بے اعتدالیوں سے محفوظ اور اپنی بعض الگ خصوصیات رکھتی تھی، وہ اپنی شاعری کو خوب سے خوب تر بنانے کے لیے اس میں برابر حک واصلاح کرتے اور نقد واحتساب کی نظر ڈالتے رہتے تھے اور جب خود پوری طرح مطمئن ہوجاتے تب ہی کسی کو شعر سناتے یا منظر عام پر لاتے۔

جذبی صاحب نے ۹۳ برس کی طویل عمر پائی، مدتوں درس وتدریس کے پیشے سے وابستہ رہنے کی وجہ سے ان کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے، کئی یونی ورسٹیوں میں ان پر تحقیقی مقالے لکھے گئے، کئی اردو اکیڈمیوں کے علاوہ غالب ایوارڈ اور اقبال سمان بھی ان کو ملا۔

وہ بڑے انسان دوست تھے، اپنے طالب علموں اور خوردوں پر بہت شفقت فرماتے

تھے، اللہ تعالیٰ ان کی بشری خطاؤں کو معاف فرمائے اور اپنی رحمت کاملہ سے نوازے، متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

آہ! جناب چودھری سبط محمد نقوی

۱۸؍فروری ۲۰۰۵ء کو جناب چودھری سبط محمد نقوی بھی داغ مفارقت دے گئے، وہ ۷۹ برس کے تھے، انتقال سے چند ہفتے پہلے سڑک کے ایک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے تھے، علاج کے لیے لکھنؤ میڈیکل کالج میں داخل ہوئے اور کسی قدر شفایاب ہوئے تو لکھنؤ میں اپنی رہایش گاہ پر آگئے، ایام عزا شروع ہونے سے پہلے عشرہ مجالس میں شرکت کے لیے اپنے آبائی وطن اکبرپور چلے آئے، ایک رات اچانک طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور دسویں محرم آنے سے پہلے ہی انتقال فرماگئے۔

مرحوم کی تعلیم وتربیت لکھنؤ میں فرقہ امامیہ کی درس گاہوں میں ہوئی تھی، وہ اس فرقہ کے اکثر معروف وممتاز خاندانوں سے بہ خوبی واقف تھے، اکثر عمائد ومشاہیر علما کے صحبت یافتہ تھے، لکھنؤ اور اودھ کے اکثر علمی، تعلیمی، دینی، ادبی اور سیاسی حلقوں میں وہ مقبول ومتعارف تھے، اہل تسنن سے بھی ان کے تعلقات تھے اور ان کے اصحاب علم کے قدرشناس تھے، مرحوم کی نماز جنازہ دونوں فرقوں کے اماموں نے پڑھائی، مولانا شبلیؒ کے بڑے مداح اور عظمت شناس تھے، مولانا نے موازنہ انیس و دبیر لکھا تو شیعوں اور سنیوں کا بھی ایک طبقہ ان سے بہت برہم ہوا لیکن مرحوم سبط محمد صاحب مولانا کے ہم نوا تھے جس کا برملا اظہار اپنی تحریروں اور ملاقاتوں میں کرتے تھے، دارالمصنفین سے بھی والہانہ تعلق رکھتے تھے اور اس کے معتدل روش کو بہت پسند کرتے تھے، جناب سید صباح الدین عبدالرحمن مرحوم، مولوی حافظ عمیر الصدیق اور راقم سے بہت مخلصانہ تعلق رکھتے تھے، اپنے علمی وتحقیقی کاموں کے سلسلے میں یہاں تشریف بھی لاتے تھے، ۱۹۷۰ء کی دہائی میں غالباً پہلی بار یہاں تشریف لائے تو قریباً ایک ماہ قیام کیا اور جانے کے بعد ماہنامہ جامعہ دہلی میں ایک مضمون لکھا جس میں دارالمصنفین کی عظمت اور اس کے کارناموں کا اعتراف بڑی فراخ دلی سے کیا اور کتب خانے سے وابستہ تمام لوگوں کا ذکر نہایت اخلاص ومحبت سے کیا۔

اور بھی کئی بار یہاں تشریف لائے، یہ ناممکن تھا کہ وہ اعظم گڈھ سے گزریں اور دارالمصنفین نہ تشریف لائیں، راقم بھی لکھنؤ جاتا تو ان سے ملاقات کرتا اور وہ بڑے تپاک سے ملتے، کبھی کبھی ان کو میری آمد کی خبر ہو جاتی تو خود بھی زحمت فرما کر میری قیام گاہ پر ملنے کے لیے آجاتے اور اگر کبھی اتفاقاً میں ان سے ملے بغیر چلا آتا تو فوراً خط آتا کہ ہم سے کیا خطا ہوئی جو یہاں تشریف نہیں لائے، وہ دارالمصنفین کے ہر کام کے لیے تیار رہتے، کئی بار خود اپنی سواری سے مجھے لے جا کر متعلقہ لوگوں سے ملا کر پرزور سفارش بھی کی، ایک مرتبہ میرا منجھلا لڑکا محمد طارق لکھنؤ اسٹیشن پر گاڑی چل جانے کے بعد اس پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ گر پڑا اور پاؤں ٹوٹ گیا، ریلوے پولس نے بلرام پور اسپتال میں داخل کر دیا، یہ خبر سن کر میں اپنے بڑے لڑکے محمد عامر کو لے کر وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دارالمصنفین سے غالباً مولوی عمیر صاحب نے ندوہ فون کیا تھا اور مولانا سید محمد رابع ندوی کے ایما سے مولانا مفتی محمد ظہور ندوی اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے تھے، اس کی وجہ سے مجھے خیال ہوا کہ اپنے بعض کرم فرماؤں کو فون سے مطلع کر کے آگے کی کارروائی ان کے مشورے سے کروں، مجھے یاد آتا ہے کہ اطلاع ملتے ہی سب سے پہلے مرحوم اور عبدالقوی خاں صاحب آگئے، مرحوم نے اس وقت یہ ظریفانہ فقرہ بھی کہا "یہ بہت دوڑ بھاگ کرتے تھے، بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ کچھ دنوں آرام کریں"، وہ لڑکے سے بہت بے تکلف تھے۔

مرحوم عالم، دانش ور، ادیب اور اہل قلم ہونے کے ساتھ ہی سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے تھے، ان کا شمار سرکردہ سوشلسٹ لیڈروں میں ہوتا تھا، مشہور سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کے خیالات سے بہت متاثر تھے، ان ہی کے اثر سے انگریزی کے بھی بڑے خلاف اور دیسی زبانوں کی ترویج کے پرجوش حامی تھے، اردو ان کی مادری اور اصلی زبان تھی لیکن اس کے خلاف اتر پردیش کی حکومتوں اور سرکاری ملازمین کا رویہ ہمیشہ بڑا معاندانہ تھا، اس لیے اردو میں لکھے ہوئے خطوط محکمۂ ڈاک ضایع کر دیتا تھا، مرحوم چودھری صاحب اپنے خطوط پر مکتوب الیہ کا نام ہمیشہ اردو میں لکھتے تھے اور جگہوں کے نام وغیرہ انگریزی سے نفرت کی وجہ سے التزاماً ہندی میں لکھتے تھے، تمام سوشلسٹ لیڈروں بالخصوص اتر پردیش کے وزیر اعلا بابو ملایم سنگھ یادو سے ان کے اچھے تعلقات تھے، ان کے فرقے کے بعض لوگوں کا جھکاؤ بی جے پی کی جانب رہتا تھا، اس کی کاٹ کے لیے

ملایم سنگھ کی خواہش اور ایما سے وہ سماج وادی پارٹی کی کنویسنگ کے لیے اکثر شیعہ آبادیوں کا انتخابی دورہ کرتے تھے، اس طرح کے دورے میں وہ کئی بار اعظم گڈھ کے قصبہ مبارک پور آئے تو دارالمصنفین کو بھی میزبانی کا شرف بخشا، ملایم سنگھ یادو جب پہلی بار اتر پردیش کے وزیر اعلا بنے تو سبط محمد صاحب کی حسن خدمت کے صلے میں انہیں اقلیتی مالیاتی کمیشن کا چیرمین بنایا اور جب زخمی ہوئے تو ان کی عیادت کے لیے اسپتال تشریف لائے، وہ اکبر پور میونسپلٹی کے بھی چیرمین رہے۔

جناب سبط محمد نقوی اچھے صحافی اور کالم نگار تھے، قومی آواز اور لکھنؤ کے دوسرے اخباروں میں ان کے مضامین اور مراسلے برابر شایع ہوتے تھے، ان کا قیام پہلے اپنے آبائی وطن اکبر پور ہی میں تھا جہاں اپنی جایداد اور سیر کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے، اس کے باوجود لکھنے پڑھنے کا کام بھی کرتے رہتے تھے، ادھر کئی برس سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور امام باڑہ غفران مآب میں اقامت پذیر ہو گئے تھے، یہاں سے ان کی ادارت میں اردو اور ہندی میں دو ہفتہ وار اخبار "توحید میل" اور "ہماری توحید" کے نام سے نکلتے تھے جن کے اکثر صفحات فرقہ امامیہ سے متعلق مضامین اور خبروں کے لیے مختص ہوتے تھے، تاہم دوسرے علمی و ادبی مضامین، اداریے، خبریں، مراسلے اور ان کے جواب بھی خاصے کی چیز ہوتے تھے، ان سے ان کے پختہ مشق صحافی، منجھے ہوئے قلم اور رچی ہوئی تحریر کا اندازہ ہوتا ہے۔

وہ ذی علم اور لایق شخص تھے، اودھ کی شستہ زبان لکھتے اور بولتے تھے اور خود اودھ کی قصباتی شایستہ تہذیب کا نمونہ تھے، زبان و ادب کا بڑا اچھا اور لطیف ذوق تھا، ایک مرتبہ معارف میں اشاعت کے لیے ان کا ایک مضمون آیا تو خط لکھا کہ میں "لفظ" کو مونث بولتا اور لکھتا ہوں اس پر خط نسخ پھیر کر مذکر بنانے کی زحمت نہ اٹھائیں۔

ان کا قد دراز، جسم بھاری بھرکم اور آواز مہیب تھی، بہ ظاہر سختی اور درشتی سے بات کرتے لیکن دل کے بھلے اور نرم تھے، دوسروں کے درد و غم کو اپنا درد و غم سمجھتے اور سب کی مدد اور غم گساری کے لیے برابر تیار رہتے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

"ض"

✿✿✿✿✿

ادبیات

دعا بہ حضور رب جلیل

از:- پروفیسر محمد ولی الحق انصاری ☆

یا الٰہی ، عقلِ گردوں تاز دے   با عمل دست و دلِ بے آز دے
چشم بینا کر عطا ، پروردگار   مرغ دل کو قوتِ پرواز دے
راستی پیا رہیں دایم قدم   طبع نیک و فکرِ حق انباز دے
لب پہ جو آئے دعا ، ہو پُراثر   دستِ دل کو تیرِ بے آواز دے
کاسۂ سر کو دماغ ہوش مند   اور شانوں کو سرِ افراز دے
دیدۂ دل کو عطا کر روشنی   تابِ دیدِ جلوہ ہائے راز دے
ہاتھ وہ ہوں جیسے ہوں چنگالِ شیر   بازوؤں کو طاقتِ شہباز دے
آسماں پیا مری فریاد ہو   تو فغاں کو میری وہ انداز دے
حاملِ عرفاں مرے اشعار ہوں   مے بجامِ حافظؔ شیراز دے
زندگی کا اک نیا عنوان لکھ   داستاں کو اک نیا آغاز دے
دل ہوں جس پر اہلِ دانش کے فدا   شعر کی دلہن کو ایسے ناز دے
بیت میں معنی ہوں اور لطفِ بیاں   اس کو اطناب اور اسے ایجاز دے
جس کی گردش میں ہوں پنہاں انقلاب   مجھ کو وہ چشمِ کرشمہ ساز دے
سامنے جس کے ہوں سرشاہوں کے خم   میری درویشی کو وہ اعزاز دے
بانٹ سکتا ہو جو اپنے دل کا بوجھ   ایسا کوئی مونس و دم ساز دے
جس سے کہ کر راز دل ہلکا کریں   ایسا کوئی ہم دم و ہم راز دے

☆ ۲۷- فرنگی محل، لکھنؤ۔

جس سے مردوں میں بھی پڑجاتی ہے جاں   ایسے انفاس فسوں پرواز دے
غرق پھر ہونے کو ہے دنیا ، اسے   نوح کا ایسا سفینہ ساز دے
جو نگل لے ہر طلسمی سانپ کو   وہ عصا ، وہ موسوی اعجاز دے
جو اتر جائے دلوں میں مثل تیر   خالق داؤد ! وہ آواز دے
سرفروشوں کو ہے قاید کی تلاش   کوئی ایوبی سا پھر جاں باز دے
ہوتا ہے محسوس یہ کہتا ہے وہ   ہر مصیبت پر مجھے آواز دے
طبع کروا اے ولیؔ دیوان شعر   زادہ ہائے عقل کو ابراز دے

نذر شبلیؒ ☆☆

از:- جناب محمد عبدالقدیر صاحب ☆

خاکِ اعظم گڈھ سے اٹھا ایک مردِ باکمال   صفحۂ ہستی پہ چھوڑے جس نے نقشِ لازوال
وہ کہ ازبر تھا جسے علم الکلام ، علم الرجال   کرگیا وہ زندگی میں کارہائے بے مثال
گوہروں سے دامنِ علم و ادب کو بھر گیا
کشورِ ہندوستاں کا نام روشن کرگیا
اپنے ہم عصروں میں تھا بے مثل ، وہ مردِ جلیل   جنبشِ خامہ سے پھوٹی جس کی موجِ سلسبیل
گوہرِ نایاب سے لبریز اس کی زنبیل   اس کی تحریریں ہی خود ہیں اس کی عظمت کی دلیل
جامۂ ایثار تھا اور پیکرِ اخلاص تھا
وہ شناور بحرِ علم و عشق کا غواص تھا
اک خزانہ علم کا تھا ، بحرِ معلومات کا   درس دنیا کو دیا تھا جس نے مذہبیات کا
ایک لمبا سلسلہ ہے جس کی تصنیفات کا   کردیا معیار قایم اس نے تحقیقات کا

☆☆ یہ نظم علامہ شبلی سمینار میں ۲۸ رنومبر ۲۰۰۴ء کو پڑھی گئی۔

☆ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ ، الہ آباد۔

پست موضوعات کو پہنچا دیا مریخ میں
اک نیا باب اس نے جوڑا سیرت و تاریخ میں

اک کشش رکھتا تھا اپنی شوکتِ تحریر میں — وہ ممیز اپنے ہم عصروں سے تھا تقریر میں
کب کوئی ثانی تھا اس کا جذبہ و تاثیر میں — فلسفہ، علمِ حدیث و فقہ میں، تفسیر میں

عصرِ نو سے با خبر تھا وہ مبلغ دین کا
ہم نظر تھا مفتیٔ عبدہ، جمال الدین کا

صفحۂ قرطاس پر روشن ہیں رشحاتِ قلم — اس کی تصنیفات اہلِ علم و فن میں محترم
سیرۃ النعمان، الفاروق اور شعر العجم — جن کو پڑھ کر فکر ہو تازہ بہ تازہ دم بہ دم

تیز رو تارہ تھا کوئی منصۂ افلاک میں
شہرِ اعظم گڈھ وہ پوشیدہ ہے تیری خاک میں

آج بھی تحریر اس کی زندہ و پائندہ ہے — جس کے آگے تیرہ ذہنی عاجز و شرمندہ ہے
روشنیٔ حال و ماضی، مشعلِ آیندہ ہے — مدتیں گزری ہیں لیکن آج بھی تابندہ ہے

منفرد تھی شخصیت مجموعۂ اضداد میں
عشق کا رمز آشنا تھا مجمعِ زہاد میں

گفتگو ہر سو ہے اس کی گرمیٔ گفتار کی — ہے روایت قایم اس کی عظمتِ کردار کی
ہم سے یہ تاریخ کہتی ہے کئی ادوار کی — معنویت اب بھی ہے اس کے بلند افکار کی

اس کی شمعِ علم سے روشن ہوئے کتنے دماغ
تا ابد جلتے رہیں یوں ہی چراغوں سے چراغ

خیمہ زن ہے گلشنِ شبلی میں پھر فصلِ بہار — غنچہ و گل کا تبسم در قطار اندر قطار
اہلِ دانش جمع ہو کر کر رہے ہیں دل نثار — اس ادارے پر ہوئی ہے رحمتِ پروردگار

پھر جبینِ وقت پر قطرۂ گہر ہونے کو ہے
وہ افق پر دیکھ اک تازہ سحر ہونے کو ہے

٭٭٭٭٭
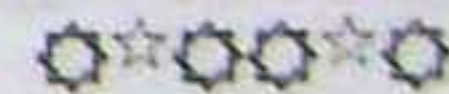
مطبوعات جدیدہ

اقبال کا ادبی نصب العین: مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، مجلد، صفحات ۲۲۳، قیمت: ۲۰۰ روپے، پتہ: اقبال اکادمی، ۱۱۶-میکلوڈ روڈ، لاہور۔

علامہ اقبال کے صد سالہ یوم پیدایش کے موقع پر ۱۹۷۷ء میں یہ مجموعہ مقالات شایع ہوا تھا، علامہ مرحوم کی شاعری، فکر اور فلسفے پر اس وقت بلکہ اس سے پہلے اور بعد میں بھی تحریروں کا سلسلہ لامتناہی ہے، اس مجموعہ میں شامل مقالات کا مقصد علامہ کے فکر و فن کی تشریح و توضیح تھا، علامہ کے کلام بلکہ تمام تحریروں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے جابجا اور مسلسل انسانی زندگی سے شعر و فن کے تعلق سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور یہ اس قدر جامعیت سے ہے کہ ان کے تصور فن و شعر کو اقبالیات میں نمایاں مقام حاصل ہوتا نظر آتا ہے، ان کا یہ قول بہت اہم ہے کہ "ایسا فن تو تخلقوا با خلاق اللہ ہے وہ انسان میں ربانی صفات کا انجذاب کرتا ہے، اجر غیر ممنون سے آرزو کو بے کنار کرتا ہے اور بالآخر اس کے لیے دنیا میں نیابت الٰہی کا منصب حاصل کرتا ہے" یہ خیال انہوں نے مرقع چغتائی کے پیش لفظ میں ظاہر کیا تھا، زیرِ نظر کتاب گویا اسی خیال کی تشریح ہے، موضوع کی مناسبت سے مقالات کو تخلیق، فن، فنون لطیفہ، خونِ جگر اور شعور و نقد کے عنوانوں کے تحت تقسیم کیا گیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ ہر مقالہ فکر انگیز اور کسی باقاعدہ تصنیف سے کم نہیں، اس میں اقبال، انا اور تخلیق کے عنوان سے خواجہ عبد الحمید کا وہ مضمون بھی ہے جو ۱۹۴۴ء کے معارف کے دو شماروں میں شایع ہوا تھا جس کے متعلق ایک اور مضمون نگار اسد ملتانی نے لکھا کہ اس میں اقبال کے نظریات اور تعبیرات کی اصلی روح کو نمایاں کرنے کی قابل قدر کوشش کی گئی ہے، خود اسد ملتانی کا مقالہ بھی اسی عنوان کے تحت اس کتاب میں شامل ہے، فاضل مرتب کے قلم سے آخر میں اقبال کا تنقیدی شعور کے عنوان سے ایک مقالہ ہے جس میں اس وضاحت کے ساتھ کہ اقبال فلسفی تھے، پیشہ ور نقاد نہیں تھے لیکن خطوط اقبال میں ایسے اشارے ضرور ہیں جو ان کے تنقیدی شعور کی تفہیم کے لیے اشاریے قرار دیے جاسکتے ہیں، اپنے موضوع پر یہ مجموعہ مقالات واقعی قدر کے قابل ہے اسی لیے اس کا پہلا اڈیشن بہت جلد ختم ہو گیا، ربع صدی کے بعد اس کا یہ جدید اڈیشن اقبالیات کے شائقین کے لیے عمدہ پیش کش ہے۔

فیضانِ ابو الکلام آزاد: مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، مجلد مع مصور گرد پوش، صفحات ۲۸۸، قیمت: ۱۸۰ روپے، پتہ: مکی دار الکتب، ۳۲۔

میکلیگن روڈ، چوک اے، جی آفس، لاہور۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی شاید ہی کوئی تحریر اور تقریر ایسی ہو جس میں معانی اور الفاظ، اسلوب اور خیال اور جدت وندرت کی قوس وقزح موجود نہ ہو، جملے کے جملے ایسے ہیں جن کو بہ آسانی شہ پاروں کا نام دیا جاسکتا ہے اور جن کی جامعیت مولانا کے بے مثال اسلوب بیان کی وجہ سے کتابوں پر بھاری نظر آتی ہے، اس کتاب کے فاضل مرتب مولانا آزاد اور ان کی تحریروں کے ایسے باکمال عقیدت مند ہیں کہ اب مطالعۂ آزاد میں ان کا ذکر ناگزیر سا ہوگیا، مولانا آزاد کے تعلق سے ان کی کئی کتابوں کا ذکر ان صفحات میں آچکا ہے، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک اور دل چسپ کڑی ہے جس میں انہوں نے مولانا آزاد کی کتابوں، مقالوں، تقریروں اور خطوں میں بکھری ہوئی کرنوں اور پھیلی ہوئی خوش بو کو سمیٹنے کی قابل داد کوشش کی ہے، اس طرح یہ کتاب مذہب، حکمت، معرفت اور سیاست کے باب میں افکار آزاد کا ایسا عطر مجموعہ ہے، جو بے شبہ مشام جاں کو معطر کرتا ہے، حرف آغاز میں کہا گیا کہ اس سے مولانا کی تصانیف کے بالاستیعاب مطالعے سے بے نیازی ہو جاتی ہے لیکن حق بہ قول مولف یہی ہے کہ "یہ مولانا آزاد کے افکار وسیرت کے مطالعے میں تشویق کا موجب ہوگا" شروع میں مولانا آزاد کی شخصیت اور ان کی عبقریت پر ایک مفصل تحریر میں جوش عقیدت سطر سطر سے نمایاں ہے لیکن کہیں کہیں یہ لے کچھ زیادہ ہی بلند ہوتی نظر آتی ہے مثلاً انہوں نے قرآن مجید کی غواصی میں جو موتی نکالے، ان تک کسی کے ذوق و ہمت کی رسائی نہ ہوئی تھی، آثار واحادیث کے بصایر وحکم کسی کی سمجھ میں نہ آئے تھے، تاریخ کے اخذ و اکتساب میں ہر کوئی قاصر تھا، جو بصیرت ودانش ان کے حصے میں آئی کسی اور کو اس کی توفیق بھی نہ ہوئی وغیرہ، کتاب سب سے پہلے ہندوستان میں خدا بخش لائبریری سے شایع ہوئی، زیر نظر اڈیشن پاکستانی ہے جس میں بعض ناقص حوالوں کو مکمل اور غلطیوں کو درست کرلیا گیا ہے۔

جمال یوسف: از مولانا عبدالقیوم حقانی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وطباعت، مجلد، صفحات ۳۰۴، قیمت: درج نہیں، ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرۃ، خالق آباد، نوشہرہ، پاکستان اور کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، رجہ بازار، راول پنڈی، پاکستان۔

پاکستان کے مشہور عالم، مولانا محمد یوسف بنوری کا انتقال ۱۹۷۷ء میں ہوا، علوم اسلامیہ کے معلم ومصنف ومحقق کی حیثیت سے ان کا درجہ علمائے عصر میں ممتاز تھا، حدیث میں ان کی کتاب **معارف السنن** کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے جو سنن ترمذی کی شرح ہے، ان کے استاذ علامہ انور شاہ کشمیری کی **العرف** الشذی کے طرز پر اس شرح سے علمائے حدیث نے خاص اعتنا کیا ہے، علامہ کشمیری کے سوانح بھی انہوں نے نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ محمد انور کے نام سے لکھے، اصلاً مولانا بنوری کی پوری زندگی تعلیم و تدریس، تصنیف وتالیف اور دعوت وتبلیغ کے لیے وقف تھی، ان کی زندگی کا ہر باب مطالعہ واستفادہ کے لایق ہے، برسوں پہلے رسالہ بینات نے ایک خاص نمبر ضرور شایع کیا تھا لیکن ایک مستقل سوانح حیات کی ضرورت تھی، زیر نظر کتاب اسی کی تکمیل ہے، جس میں بڑے موثر انداز میں مولانا بنوری کی حیات و خدمات کا بیس ابواب میں استقصاء کیا گیا ہے، لایق مولف متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی تصنیفی صلاحیت کی مظہر یہ کتاب بھی ہے جس میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ وہی پہلو نمایاں کیے جائیں جو دوسروں کے لیے لایق عمل ہوں، کشف وکرامات اور روحانی تصرفات جیسے مضامین سے قصداً احتراز کیا گیا ہے پھر بھی بعض بیانات میں اس کا اثر آگیا ہے، مثلاً مولانا بنوری کی پھوپھی سیدہ مریم کے ذکر میں یہ جملہ کہ ان کے پاس حضرت مریم کی طرح غیر موسمی پھل آتے تھے، کہیں کہیں تضاد کا احساس بھی ہوتا ہے، مثلاً ابتدائی تعلیم کے بارے میں مولانا بنوری صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا کہ بچپن میں ان کے والد نے ان کی تعلیم پر توجہ نہیں دی لیکن چند سطروں کے بعد یہ بھی ہے کہ قرآن مجید انہوں نے اپنے والد صاحب سے ہی پڑھا، کتابت کی غلطیاں بھی ہیں جیسے ٹائپ ریکارڈر، مہمان جرسول وغیرہ۔

دینی نصاب، تعلیم وتربیت کا اسلامی نظام (جلد اول): مرتبہ مولانا کاشفی عبد القدوس رومی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وکتابت وطباعت، مجلد، صفحات ۵۷۷، قیمت: ۱۳۰ روپے، پتہ: مکتبہ دارالمعارف، بی-۶۲۶، وصی آباد، الہ آباد۔

عالم عرب کے ایک لایق عالم، مدرس اور مبلغ شیخ ابوبکر بن جابر الجزایری کی ایک مفید کتاب "کتاب المسجد وبیت المسلم" کے ترجمے کے کچھ حصوں کا ان صفحات میں پہلے ذکر آچکا ہے کہ اس میں دینی مضامین، سال کے ہر دن کے لیے بڑے موثر اور دلنشیں میں پیش کیے گئے ہیں لیکن فاضل مترجم نقش اول کی طباعت وکتابت سے مطمئن نہیں تھے، اب زیادہ بہتر شکل میں زیر نظر کتاب شایع ہوگئی ہے، اس میں جناب مولانا قمر الزماں الہ آبادی کا مقدمہ بھی ہے اور یہ اظہار واقعہ بھی کہ دین کی تبلیغ واشاعت اور عملی طور پر اس کے رواج پانے میں یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی، اس کتاب میں محرم سے جمادی الثانیہ تک چھ مہینوں کے لیے روزانہ کے درس کے طور پر قرآن وحدیث سے سینکڑوں ایسے مضامین ہیں جن کی افادیت ہر خاص وعام کے لیے یکساں ہے، ضروری فقہی مسایل اور پند ونصایح نے ان کو اور تاثیر بخشی ہے۔

فصل الخطاب: از مولانا محمد علاء الدین ندوی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، صفحات ۲۴۰، قیمت: ۷۰روپے، پتہ: ندوی بک ڈپو، دارالعلوم ندوۃ العلما، پوسٹ بکس-۹۳، لکھنؤ۔

قریب پچاس موضوعات پر عربی زبان میں تقریروں کے اس مجموعہ کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ عربی مدارس کے طلبہ میں عربی خطابت کے ذوق وشوق کو مہمیز دینے کے لیے ہے، عربی تقریروں کے اور مجموعے بھی اسی مقصد سے کبھی کبھی مرتب ہوئے ہیں لیکن اس کتاب کے مولف کے نزدیک وہ معیار مطلوب سے کم تر ہی ہیں، لائق مولف دارالعلوم ندوۃ العلما کے نوجوان استاد ہیں، برسوں عالم عرب میں قیام رہا ہے، ان کی کئی کتابیں بھی آچکی ہیں، تقریر وتحریر کی خوبیوں سے آراستہ ہونے کے ساتھ وعظ، بیان، درس، کتابت اور محاضرہ ومقالہ کا بنیادی فرق ان کی نظر میں ہے اور اس کتاب کے مشمولات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، شروع میں انہوں نے خطابت کے عنوان سے ایک تحریر بھی سپرد قلم کی ہے، یہ خاص طور پر ان طلبہ کے لیے بہت کارآمد ہے، جو خطابت کی لذت ومہارت سے آشنا ہونا چاہتے ہیں۔

ریت کی لہریں: از ڈاکٹر عبداللہ، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ و طباعت، صفحات ۱۰۰، قیمت: ۱۰ امریکی ڈالر، پتہ: ملت بک سنٹر A34 ماؤنٹ کیلاش، نئی دہلی-۶۵۔

اس خوبصورت مجموعہ اشعار کے شاعر امریکا میں مقیم ایک سائنس داں ہیں، اعظم گڈھ کے ایک علمی خاندان سے تعلق اور مسلم یونی ورسٹی کے ادبی وشعری ماحول نے ذہن وقلب کی دوئی مٹانے میں اپنا اثر اس طرح دکھایا کہ شعر اور سائنس ایک دوسرے کے معارض نہ ہونے بلکہ زمانے کی سچائیوں کے ادراک نے ان کے احساس ذات وکائنات کو اور قوت بخشی، شاعر کا کہنا ہے کہ یہ شاعری ان کے ذاتی تجربات واحساسات کی دین ہے، دل چسپ بات یہ ہے کہ اردو شعر وادب کا ذوق امریکا جانے کے بعد بیدار ہوا، جگن ناتھ آزاد، احمد ندیم قاسمی اور کیفی اعظمی نے ان کی ہمت افزائی کی، ایک تحریر میں کہا گیا کہ "مڑ کر دیکھے بغیر یادوں کے سارے بت عبداللہ کی شاعری میں زندہ ہوگئے"، سچائی بھی یہی ہے کہ شاعر کا اپنے ماضی سے اور اقدار پارینہ سے دورد کا رشتہ ہے، جدید ترین مشینی اور بے روح تہذیب سے تصادم کی آوازیں اس شاعری میں نمایاں ہیں، خاص طور پر ان کی نظم چاہتا ہوں کہ تجھ کو نظم کروں اور وہ ہاتھ، شعور کی پاکیزگی اور لہجے کی معصومیت کے لحاظ سے بہت بلند ہیں، جدید اردو شاعری میں جدت، ندرت اور انفرادیت کے متلاشیوں کے لیے اس مجموعہ میں یقیناً یافت کی خوشی ہے، البتہ قیمت زیادہ ہے۔

ع۔ص

دار المصنفین کا سلسلہ ادب و تنقید

نمبر	کتاب	مصنف	Pages	Rs
۱	شعر العجم اول (جدید محقق ایڈیشن)	علامہ شبلی نعمانی	248	85/-
۲	شعر العجم دوم	علامہ شبلی نعمانی	214	65/-
۳	شعر العجم سوم	علامہ شبلی نعمانی	192	35/-
۴	شعر العجم چہارم	علامہ شبلی نعمانی	290	45/-
۵	شعر العجم پنجم	علامہ شبلی نعمانی	206	38/-
۶	کلیات شبلی (اردو)	علامہ شبلی نعمانی	124	25/-
۷	شعر الہند اول	علامہ شبلی نعمانی	496	80/-
۸	شعر الہند دوم	علامہ شبلی نعمانی	462	75/-
۹	گل رعنا	مولانا سید عبدالحئی حسنیؒ	580	75/-
۱۰	انتخابات شبلی	مولانا سید سلیمان ندوی	424	45/-
۱۱	اقبال کامل	مولانا عبدالسلام ندوی	410	75/-
۱۲	غالب مدح وقدح کی روشنی میں (دوم)	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	402	50/-
۱۳	صاحب المثنوی	قاضی تلمذ حسین	530	65/-
۱۴	نقوش سلیمانی	مولانا سید سلیمان ندوی	480	75/-
۱۵	خیام	مولانا سید سلیمان ندوی	528	90/-
۱۶	اردو غزل	پروفیسر یوسف حسین خاں	762	120/-
۱۷	اردو زبان کی تمدنی تاریخ	عبدالرزاق قریشی	266	40/-
۱۸	مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا کلام	عبدالرزاق قریشی	236	75/-
۱۹	مولانا سید سلیمان ندوی کی علمی ودینی خدمات	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	70	15/-
۲۰	مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف کا مطالعہ	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	358	70/-
۲۱	دارالمصنفین کی تاریخ اور علمی خدمات (اول)	خورشید نعمانی	422	140/-
۲۲	دارالمصنفین کی تاریخ اور علمی خدمات (دوم)	خورشید نعمانی	320	110/-
۲۳	موازنہ انیس ودبیر	علامہ شبلی نعمانی	312	95/-